بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ذوالفقار علی بھٹو

”میری نظر میں“

ذوالفقار علی بھٹو

’’میری نظر میں‘‘

محمد افضل وٹو

خزینہ علم و ادب
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور۔فون:042-37314169

دیدہ زیب اور
خوبصورت کتب کا
واحد مرکز

تزئین و اہتمام:

نذیر محمد طاہر نذیر

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

اشاعت: فروری 2014ء
سرورق و کمپوزنگ: عمران شناور
قیمت: 300 روپے
بیرون ملک: 20 ڈالر/10 پاؤنڈ
30 سعودی ریال

انتساب

وطن پاک کی ترقی اور فلاح و بہبود
کے بارے میں سوچنے اور ہمہ وقت
مصروفِ عمل رہنے والے لوگوں
کے نام

برائے رابطہ

محمد افضل وٹو

(ایڈووکیٹ)

S-65 ڈاکٹرز سوسائٹی، نزد ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

فون نمبر: 042-37515780

0321-9413897, 0300-9413897

www.bhutto.org

فہرست مضامین

دیباچہ محمد افضل وٹو ۹

باب نمبر 1: پیپلز پارٹی میں شمولیت سے لے کر پیپلز پارٹی پنجاب کا صدر مقرر کیے جانے اور پنجاب کی مجلس عاملہ کی تشکیل تک کی تفصیل ۱۴

باب نمبر 2: پیپلز پارٹی کی تنظیم نو اور اس سلسلہ میں پیش آنے والے مسائل اور ان کے حل کے لیے کی جانے والی جدوجہد کی تفصیل ۲۰

باب نمبر 3: پیپلز پارٹی کے تنظیمی امور میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ذاتی طور پر دلچسپی لینے اور پارٹی عہدیداران اور عوامی نمائندگان کی شہرت اور کارکردگی کے متعلق آگاہ رہنے کی کوششوں کی تفصیل ۳۶

باب نمبر 4: جناب بھٹو کی نگرانی اور رہنمائی میں پنجاب میں 6/5/74 تک پارٹی کی تنظیم نو مکمل کیئے جانے کی تفصیل اور اس سے متعلقہ بھٹو صاحب سے خط و کتابت کا اصل حالت میں ریکارڈ۔ ۴۸

باب نمبر 5: صوبائی اور مرکزی سطح پر نظام حکومت میں فوری اور دیرپا اصلاحات و ترقیاتی منصوبہ جات کے بارے میں جناب بھٹو سے خط و کتابت اور مشورے اور ان کے ردعمل کی تفصیل ۷۱

باب نمبر6: 1969ء سے 1977ء کے عرصہ میں بطور صدر پیپلز پارٹی پنجاب اور صوبائی کابینہ میں بطور سینئر منسٹر پارٹی اور حکومتی معاملات میں پیش آنے والے واقعات اور مشاہدات کی تفصیل ۱۲۵

باب نمبر7: 1972ء سے 1977ء کے دور حکومت میں پیش آنے والے حالات و واقعات سے میں نے اپنے ذاتی تجربہ اور معلومات کی بنا پر جو نتائج اخذ کیے ان کی تفصیل ۱۳۸

باب نمبر8: کیا جناب بھٹو اقتدار میں از خود آئے تھے یا ان کو لایا گیا تھا۔ ۱۶۵

باب نمبر9: عالمی سطح پر قائم بین الاقوامی اداروں پر سپر پاورز کے کنٹرول اور ان کے پاکستانی سیاست اور معیشت پر اثرات ۱۸۱

دیباچہ

محترم قارئین کرام! میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور فضل و کرم سے اپنی بھرپور عملی زندگی کے 74 سال بسر کر چکا ہوں اور اب عمر کے اس حصہ میں داخل ہو چکا ہوں جس میں ہر انسان گرگ ظالم کی طرح پرہیز گار ہو جاتا ہے اور زیادہ تر وقت خدا کی یاد اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنے میں گزارتا ہے اور باقی وقت سونے یا فارغ بے کار گھر میں بیٹھ کر گزارنے پر مجبور ہوتا ہے۔ میں نے اپنے اس فارغ وقت کو بہتر طور پر صرف کرنے کے لیے اور اپنے آپ کو مصروف رکھنے کے لیے پچھلے سال یعنی 2012ء سے طے کیا تو مجھے بطور ایک انسان، وکیل، صدر پی پی پنجاب، صوبائی کابینہ میں سینئر وزیر 1977ء میں ممبر قومی اسمبلی کی حیثیت سے پارٹی اور حکومتی معاملات میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت میں ان کے ساتھ کام کرتے وقت ان کے ساتھ انفرادی طور پر براہِ راست خط و کتابت، ذاتی ملاقات ہائے اور مشاورت وغیرہ کی جو سہولت مجھے میسر رہی کی بنا پر میں نے جتنا بھی تجربہ حاصل کیا۔ پارٹی اور حکومتی معاملات کے بارے میں جناب بھٹو کی شخصیت اور ملک کے سیاسی و معاشی حالات کے متعلق جو مجھے آگاہی حاصل ہوئی۔ مثلاً پیپلز پارٹی کی حقیقی معنوں میں پارٹی کی تنظیم نو، صوبائی و مرکزی سطح پر ملکی فلاح و بہبود اور ترقی کے منصوبہ جات میں ان کی ذاتی دلچسپی، امت مسلمہ کے اتحاد اور یکجہتی کے لیے ان کے جذبات اور خیالات کے علاوہ ملکی و بین الاقوامی حالات کے تناظر میں جناب بھٹو کی مجبوریوں اور انجام کار ان کی بے بسی

کا میں نے 1975ء سے 1977ء کے عرصہ میں جو ذاتی طور پر مشاہدہ کیا اور خود مجھے ذاتی طور پر بطور صدر پی پی پی پنجاب اور صوبائی وزیر مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑا' کے بارے میں اپنے وطن کے نوجوانوں اور آنے والی نسلوں کی رہنمائی کے لیے لکھنا شروع کر دوں جس کے نتیجہ میں پچھلے سال اکتوبر میں ''پاکستان کے مسائل اور ان کا حل'' کے عنوان سے میں نے ایک کتاب لکھی جو شاید آپ کی نظر سے بھی گزری ہو اور اب اس سال 2013ء میں اللہ کی مہربانی سے یہ دوسری کتاب ''ذوالفقار علی بھٹو- میری نظر میں'' کے عنوان سے شائع ہو کر آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

اس کتاب کے کل 9 ابواب ہیں۔ 1 تا 4 باب ہائے میں میرے پیپلز پارٹی میں جنوری 1968ء سے شامل ہونے سے لے کر پہلے بطور صدر PPP ضلع بہاول نگر اس کے بعد بطور صدر PPP پنجاب پیپلز پارٹی کی تنظیم نو کی تفصیل دی گئی ہے۔ جس میں اس سلسلہ میں پیش آنے والی مشکلات' جناب شیخ رشید کی مشاورت' جناب بھٹو کی رہنمائی اور ان کی پارٹی کی تنظیم نو میں ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے میرے ساتھ کی گئی خط و کتابت کی اصل دستاویزات اور ریکارڈ کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ ان دستاویزات اور ریکارڈ کو اصل حالت میں اس کتاب کا حصہ بنا دیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں پنجاب میں 1974ء کے وسط تک پارٹی کی تنظیم نو صوبائی سطح سے لے کر ڈویژن' ضلع اور تحصیل لیول تک کا مکمل ڈھانچہ تشکیل دے دیا گیا اور پارٹی میں اس کے بعد باقاعدہ رکنیت سازی کی مہم اور اس کے مکمل ریکارڈ کی تیاری کے بعد پارٹی کی نچلی سے نچلی سطح سے لے کر صوبائی سطح تک کے پارٹی کے انتخابات کا پروگرام اور شیڈول بھی دے دیا گیا تھا۔

باب ہائے 5-6-7 میں حکومت پنجاب میں بطور سینئر منسٹر مختلف اوقات میں مختلف محکموں کا چارج دیئے جانے کی تفصیل اور ان محکموں میں کام کرنے کی صورت میں پیش آنے والے حالات اور واقعات کی تفصیل' صوبائی اور مرکزی سطح پر جناب بھٹو کی پارٹی اور حکومتی معاملات پر گرفت اور کنٹرول کے بارے میں 1972ء سے لے کر وسط 1974ء

www.bhutto.org

کے عرصہ میں اٹھائے جانے والے اقدامات اور پالیسیز میں اور وسط 1974ء سے 1977ء کے عرصہ میں اٹھائے جانے والے اقدامات اور پالیسیز میں واضح فرق بلکہ بالکل یوٹرن کی سی کیفیت کے میرے ذاتی تجربہ اور علم میں آنے والے حالات اور واقعات کی تفصیل دی گئی ہے تاکہ آپ کو اندازہ ہو سکے کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو جیسے ذہین اور غیر معمولی فہم وفراست کے حامل عالمی سطح کے مدبر سیاست دان کو بھی اگر کوئی نظر نہ آنے والی قوت اتنا بے بس اور اپنے کنٹرول میں کر سکتی ہے تو پھر ان کے بعد آنے والی ہماری ملکی قیادت کی کارکردگی کے متعلق اندازہ لگانا مشکل نہیں ہوگا اور یہی مسئلہ اور اس کا حل ہمارے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔

باب 8 میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کے اقتدار میں آنے یا لائے جانے کی تفصیل۔ جناب بھٹو کی اور عالمی سپر پاور کی پاکستان میں حسب معمول اقتدار میں آنے یا لائے جانے سے قبل کئی اقسام کی ممکنہ خفیہ ڈیلز کے بارے میں میری رائے اور خیال کے مطابق جناب بھٹو اور عالمی سپر پاور کا اپنی اپنی جگہ پر اپروچ (Approach) یا نقطہ نظر کیا ہو سکتا ہے کی بھی تفصیل باقاعدہ اپنے ذاتی مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں بیان کی ہے۔ تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو سکے کہ کس طرح اس وقت کے ملکی سیاست پر ملک دشمن اندرونی اور بیرونی استحصالی قوتوں کے کنٹرول اور غلبہ کی وجہ سے پیش آمدہ مشکلات اور مجبوریوں کے باوجود جناب بھٹو نے اپنے ملک کی فلاح و بہبود اور ترقی اور اسلامی دنیا کے اتحاد و یکجہتی کے ایجنڈے کو آہستہ آہستہ عملی جامہ پہنانے کی کوشش جاری رکھی اور وسط 1975ء تک جناب بھٹو اور عالمی سپر پاور کے مابین اپنے اپنے ایجنڈے پر عمل کرنے کی کوشش میں آنکھ مچولی کا سلسلہ جاری رہا اور انجام کار اپنے بے پناہ وسائل کے بل بوتے پر وطن پاک کے اندر اور باہر کی جملہ استحصالی قوتوں کو اپنے استعمال میں لا کر عالمی سپر پاورز جناب بھٹو کو ناکام کرنے میں کامیاب رہیں۔ جس سے نہ صرف ان کی حکومت کو ختم کر دیا گیا بلکہ ان کو عہد شکنی کی گستاخی پر نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔

آخری باب 9 میں عالمی سطح پر قائم بین الاقوامی اداروں پر سپر پاور کے کنٹرول اور ان کے پاکستانی سیاست اور معیشت پر مرتب ہونے والے اثرات کی تفصیل کے ساتھ ساتھ میں نے اپنی ذاتی رائے کے مطابق ملکی اور عالمی سطح پر اس سلسلہ میں اصلاح احوال کے لیے کچھ تجاویز بھی پیش کی ہیں۔ سپر پاور سے اس امید کے ساتھ ''شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات''

قارئین کرام میں یہ بھی واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کے لکھنے یا اس میں جو بھی میں نے اپنی ذاتی رائے یا خیالات کا اظہار کیا ہے اس سے میرا کسی بھی قسم کا کوئی ذاتی یا سیاسی مفاد یا جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ذات یا کسی بھی پارٹی کی کسی شخصیت یا لیڈر کے خلاف کسی ذاتی مخالفت یا پارٹی بازی کی بنا پر بے جا تہمت لگانا یا تنقید کرنا مقصود نہ ہے کیونکہ میں اب اپنی عمر کے اس حصہ میں پہنچ چکا ہوں کہ نہ ہی مجھ میں کسی صورت یا کسی حالت میں بھی کسی سیاسی عمل میں حصہ لینے کی ہمت ہے اور نہ ہی خواہش ہے بلکہ میں عرصہ قریباً 20/25 سال سے ہر قسم کی سیاسی کارروائی سے مکمل طور پر الگ ہو کر اپنے پیشہ وکالت میں اور اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہا ہوں۔ اب بڑھاپے میں جیسے ہر ذی شعور انسان کو اپنے سفر آخرت کی تیاری کے لیے فکر مند ہونا چاہیے میں بھی اس کوشش میں لگا ہوا ہوں۔ لہٰذا ایسی حالت میں کسی بھی پرانے ساتھی یا پارٹی لیڈر پر کسی قسم کی تہمت یا الزام تراشی کا سوچ بھی نہیں سکتا۔ اور ایسا سوچنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

میں نے اس کتاب میں جو کچھ بھی لکھا ہے وہ دیانت داری سے اپنے ذاتی تجربہ میں آنے والے واقعات، میرے پاس موجود پارٹی اور حکومتی معاملات کے متعلق جناب ذوالفقار بھٹو اور دیگر پارٹی لیڈرز کی خط و کتابت وغیرہ کے اصل ریکارڈ کی بنیاد پر لکھا ہے اور اس ریکارڈ کو میں نے اس کتاب کا حصہ بنا دیا ہے۔ کیونکہ وہ تاریخی ریکارڈ کی صورت میں میرے پاس موجود قومی امانت تھی جو میں نے قوم کے سپرد کر دی ہے۔ تاکہ آپ اور آئندہ ملکی تاریخ لکھنے والا مؤرخ اس سے مستفید ہو سکے۔

www.bhutto.org

میں آخر میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ اس کتاب میں جناب بھٹو کی شخصیت، حکومت و پارٹی معاملات وملکی وعالمی سیاست پر ان کی پالیسیز، ان کے سپر پاور کے ساتھ ڈیلنگ وغیرہ کے معاملات کے بارے میں جن خیالات کا میں نے اظہار کیا ہے یا کوئی رائے قائم کی ہے وہ میرے مذکورہ بالا ذاتی تجربہ کی بنا پر میری دیانت دارانہ ذاتی رائے ہے جو کہ ہوسکتا ہے آپ کی رائے میں بالکل غلط یا جزوی طور پر درست نہ ہو۔ کیونکہ ہر شخص کسی بھی مسئلہ/ معاملہ کے بارے میں یا کسی بھی انسان کی شخصیت اور اس کے کردار کے معاملے میں اپنی رائے نقطہ نظر یا تجزیہ اپنے اپنے ظرف، ذوق اور اس معاملے/ مسئلہ یا شخصیت کے بارے میں اپنے علم اور ذاتی تجربہ کی بنا پر قائم کرتا ہے۔ اسی لیے میں نے جناب بھٹو کے دورحکومت میں پیش آنے والے واقعات اور حالات کا جتنا اور جس قدر مجھے علم اور ذاتی تجربہ یا مشاہدہ ہوا اور اس سے متعلقہ ریکارڈ میں نے اس کتاب کی شکل میں آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے تا کہ آپ خود اس کے مطالعہ کے بعد اس سلسلہ میں اپنی رائے قائم کر سکیں اور اس کی روشنی میں آئندہ آپ اپنے وطن کی فلاح و بہبود میں اپنے اپنے رول کو بہتر سے بہتر طور پر ادا کر سکیں۔ اور آخر میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ وطن پاک کو اس وقت درپیش مشکلات سے نجات دے اور ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین

محمد افضل وٹو

S-65 ڈاکٹرز سوسائٹی،

نزد ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

0321-9413897

0300-9413897

www.bhutto.org

باب نمبر1

پیپلز پارٹی میں شمولیت سے لے کر پیپلز پارٹی پنجاب کا صدر مقرر کیے جانے اور پنجاب کی مجلس عاملہ کی تشکیل تک کی تفصیل

جنوری 1968ء کے پہلے عشرہ میں جناب شیخ رشید مرحوم جو اس وقت پیپلز پارٹی پنجاب کے صدر تھے۔ ضلع بہاول نگر میں پارٹی کی تشکیل کے سلسلہ میں بہاول نگر تشریف لائے۔ بہاول نگر شہر میں عید گاہ روڈ پر ایک تنگ گلی میں ایک چھوٹے سے مکان میں چند ورکرز کی میٹنگ ہوئی جس میں انہوں نے مجھے ضلع بہاول نگر کا پیپلز پارٹی کا صدر نامزد کیا اور ضلع بھر میں پارٹی کی تنظیم قائم کرنے کی ہدایت کی۔ اس وقت میں 26/27 سالہ پیشہ وکالت سے منسلک نوجوان تھا۔ والد صاحب متوسط طبقہ کے زمیندار تھے اور میری وکالت بھی اللہ کے فضل و کرم سے ٹھیک ٹھاک تھی۔ اس وقت پارٹی کی مرکزی یا صوبائی تنظیم کی طرف سے کسی قسم کے فنڈ یا مدد کا کوئی سوال یا تصور ہی نہ تھا۔ بلکہ میں نے اپنے ذاتی وسائل سے ایک سائیکلوسٹائل مشین خریدی جس سے اشتہارات اور پمفلٹس وغیرہ تیار کیے جاتے۔ میں روزانہ اپنی کار میں ڈرائیور کے ساتھ عدالت سے فارغ ہو کر کسی نہ کسی قصبہ یا گاؤں جانے کا پروگرام بنا لیتا۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے جنوری 1969ء تک کے عرصہ ایک سال میں ضلع بہاول نگر کی چاروں تحصیل ہائے اور بڑے بڑے قصبوں میں پارٹی کی باقاعدہ تنظیمیں قائم کردی گئیں۔

1969ء میں سخت سردی کا موسم تھا' جناب ذوالفقار علی بھٹو نے جنوبی پنجاب کے

بہاول پور اور ملتان ڈویژن کے دورے کا پروگرام بنایا جو کہ ضلع رحیم یار خاں سے شروع کیا گیا۔ ضلع رحیم یار خاں میں اس وقت کے دور ایوبی کے بااثر حسن محمود گروپ کا غلبہ تھا۔ انہوں نے جناب بھٹو کا کوئی کامیاب جلسہ ہی نہ ہونے دیا۔ یہی پوزیشن ضلع بہاول پور کی رہی جس کے بعد جناب بھٹو کا قافلہ ملتان چلا گیا۔ ملتان سے جناب بھٹو نے بہاول نگر مجھ سے فون پر معلوم کیا کہ کیا بہاول نگر میں بھی رحیم یار خان اور بہاول پور جیسی ہی پوزیشن ہے یا کہ آپ پارٹی کے کسی حد تک مناسب جلسوں کا انتظام کر سکتے ہیں۔ میں نے ان کو یقین دلایا کہ آپ بہاول نگر کا پروگرام ہرگز منسوخ نہ کریں۔ ہم آپ کا ہیڈ اسلام جسے ہیڈ پلہ بھی کہتے ہیں پر استقبال کریں گے اور حاصل پور، چشتیاں، ہارون آباد، بہاول نگر اور منچن آباد میں ان شاءاللہ کامیاب جلسوں کے بعد ہیڈ سلیمانکی سے آپ کو رخصت کریں گے۔

اس وقت تک میری بھٹو صاحب سے کوئی ذاتی ملاقات یا شناسائی نہ تھی۔ میں نے ضلع بہاول نگر کے اسلحہ کے لائسنس ہولڈرز پارٹی کے ورکرز کے ساتھ 8-10 جیپوں میں ہیڈ اسلام پر شدید سردی میں صبح 9-10 بجے جناب بھٹو کے قافلہ کا استقبال کیا اور ان کے جلوس کو لیڈ کرتے ہوئے حاصل پور آئے جہاں زبردست کامیاب جلسے سے خطاب کے بعد اسی طرح سے چشتیاں شریف اور ہارون آباد میں کامیاب جلوسوں کے بعد بہاول نگر شہر پہنچے اور رات جناب بھٹو نے بہاول نگر شہر میں تاریخی جلسہ سے خطاب کیا اور میرے غریب خانہ ہی پر قیام کیا۔ اگلے روز صبح منچن آباد میں عظیم الشان جلسے سے خطاب کے بعد ان کو ہم نے ہیڈ سلیمانکی سے رخصت کیا۔ یہی وہ دورہ تھا جس میں مجھے جناب بھٹو سے پہلی ذاتی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور ان کے ساتھ گہرے اور ذاتی تعلقات کی بنیاد قائم ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں جناب بھٹو نے مجھے اس کے بعد پارٹی کی سینٹرل کمیٹی کا ممبر بھی بنا دیا۔ 1970ء کے عام انتخابات سے قبل بھی انہوں نے ضلع بہاول نگر کا دورہ کیا اور غریب خانہ پر ہی قیام کیا۔

1970ء کے انتخابات میں ضلع بہاول نگر میں قومی اسمبلی وصوبائی اسمبلی کے لیے امیدوار ہی دستیاب نہ تھے۔ بھٹو صاحب نے ضلع کی قومی وصوبائی اسمبلی کی ٹکٹیں مجھے

ارسال کر دی تھیں۔ جو میں نے ذاتی کوشش کر کے خانہ پوری کرتے ہوئے چشتیاں سے ڈاکٹر محمد شفیع اور ہارون آباد سے رفیق گل جیسے عام ورکرز کو قومی اسمبلی میں کھڑا کیا اور خود بہاول نگر اور منچن آباد کے حلقہ قومی اسمبلی کے لیے کھڑا ہوا۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ڈاکٹر شفیع اور رفیق گل اپنے مدمقابل بہاول پور ڈویژن کے نامی گرامی سیاسی لیڈروں حسن محمود اور ملک قاسم کو ہرا دیں گے۔ ڈاکٹر شفیع اور رفیق گل نے ایک دن بھی اپنے حلقہ میں Convessing بھی نہ کی تھی اور نہ ہی ان کے پاس اتنے وسائل تھے۔ بہاول پور ڈویژن میں میرے والی واحد سیٹ تھی جس کے متعلق تمام ایجنسیوں کی رپورٹ تھی کہ PPP جیتے گی لیکن حیرت کی بات ہے کہ PPP سارے ڈویژن بلکہ صوبہ میں جیت گئی لیکن میری سیٹ ہار گئی۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ جمعیت علمائے اسلام کے اس حلقہ سے قومی اسمبلی کے امیدوار میرے ہی شہر اور ہماری برداری سے میرے سُسر کے چچا مولانا محمد شریف صاحب تھے اور ان کے اس حلقے میں مریدوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ اس طرح سے ہمارے ووٹ تقسیم ہو گئے اور جملہ زمیندار اور وڈیرے نہ صرف اکٹھے ہو گئے بلکہ انہوں نے ہمارے پولنگ ایجنٹ نہ ہونے کی وجہ سے بھی فائدہ اٹھایا اور زبردست ریگنگ کی۔

میری سیاسی ناتجربہ کاری اور الیکشن کا تجربہ نہ ہونے کی بنا پر میں نے چشتیاں اور ہارون آباد کے قومی اسمبلی کے حلقہ ہائے میں سے کسی ایک میں بھی اپنے آپ کو امیدوار نامزد نہ کیا حالانکہ وہ دونوں حلقے کالونی ایریا میں تھے اور وہاں بڑے بڑے جاگیرداروں کا اثر نہ تھا۔ اس کے برعکس بہاول نگر، منچن آباد کا حلقہ مکمل طور پر بڑے بڑے فیوڈل لارڈز کے کنٹرول میں تھا۔ مزید برآں میری ہی فیملی کے بزرگ مذہبی رہنما مولانا محمد شریف بھی میرے مقابلہ میں کھڑے تھے۔ بہرحال اس کے باوجود فروری 1972ء میں پارٹی کی حکومت بننے پر جناب بھٹو نے مجھے صوبائی کابینہ میں وزیر بنایا اور سردار محمد اقبال خان گدھوکا وٹو جو منچن آباد کے صوبائی حلقہ سے صوبائی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تھے نے استعفیٰ دیا اور

www.bhutto.org

مجھےان کی جگہ ایم پی اے کی ٹکٹ دے کر کامیاب کرایا۔اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جناب بھٹوکو میری ذات اور میری بطور پارٹی ورکر صلاحیتوں پر کس قدر اعتماد تھا کہ مجھے زمین سے اٹھا کر آسمان پر بٹھا دیا۔

15-9-73 کو پارٹی کی سینٹرل کمیٹی کی میٹنگ میں مجھے جناب شیخ رشید بابائے سوشلزم کی جگہ PPP پنجاب کا صدر مقرر کیا گیا اور پہلی باقاعدہ مکمل صوبائی مجلس عاملہ کی تشکیل دی گئی۔جس کی تاریخی دستاویز باقاعدہ بھٹو صاحب کی Approved اور دستخط شدہ معہ Letter Copy لف ہذا ہے۔

باب نمبر2

پیپلز پارٹی کی تنظیم نو اور اس سلسلہ میں پیش آنے والے مسائل اور ان کے حل کے لیے کی جانے والی جدوجہد کی تفصیل

1970ء کے جنرل الیکشن میں پیپلز پارٹی کی تاریخی کامیابی کے نتیجہ میں پارٹی کے نظریاتی اور پرانے کارکنوں کے علاوہ ملک بھر کے ہر طبقہ سے لوگ جن میں بعض مخلص اور انسان دوست بھی تھے لیکن اکثریت خودغرض وموقع پرست اور اقتدار کے بھوکے افراد اور ورکرز پر مشتمل تھی جوق در جوق پیپلز پارٹی میں شامل ہو گئے۔ چونکہ 1970ء کے الیکشن سے قبل پارٹی کی پنجاب میں ہر ضلع میں تحصیل وقصبہ تک کی تنظیم کا باقاعدہ کوئی ریکارڈ بھی مرتب نہیں کیا جاسکا تھا اس لیے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پنجاب کے ہر ضلع میں تحصیل اور چھوٹے بڑے قصبوں میں خودرو پارٹی عہدیداران اور ورکرز کی بھرمار ہو گئی۔

1973ء میں جب مجھے جناب بھٹو نے PPP پنجاب کا صدر نامزد کیا اور پیپلز پارٹی پنجاب کی مجلس عاملہ تشکیل دی گئی' اس وقت صوبہ بھر میں ہر ضلع میں نچلی سطح تک نئے اور پرانے ورکرز خصوصاً نئے آنے والے خودغرض اور موقع پرست اور پارٹی کے پرانے نظریاتی ورکرز کے مابین رسہ کشی زوروں پر تھی۔ پارٹی کے عوامی نمائندے یعنی MNA اور MPA صاحبان بھی اس کشمکش میں نہ صرف بے بس نظر آتے تھے بلکہ خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ کہیں نظریاتی اور غیر نظریاتی یا پارٹی کے پرانے کارکنوں اور پارٹی میں نئے شامل ہونے والے افراد کے مابین یہ رسہ کشی پارٹی کو مختلف گروپوں میں تقسیم کر کے کمزور نہ کر دے۔

کیونکہ پارٹی کے اقتدار میں آنے کے بعد ملک بھر میں مرکزی اور صوبائی سطح پر پارٹی کے اہم اکابرین کو وزیر مقرر کیا جا چکا تھا اور ہر MNA اور MPA بھی اپنے اپنے حلقہ میں اس کوشش میں مصروف تھا کہ وہ اپنے اثر ورسوخ کو بڑھائے جس کی بنا پر مذکورہ بالا عوامی نمائندے براہ راست یا بالواسطہ طور پر اقتدار کی اس کشمکش میں دانستہ یا نادانستہ طور پر پوری طرح ملوث ہو رہے تھے اور عام طور پر سننے میں آتا تھا کہ فلاں مصطفےٰ کھر گروپ اور فلاں شیخ رشید صاحب' فلاں محمد حنیف رامے صاحب اور فلاں جناب معراج خالد گروپ سے ہے۔

میری رائے میں مذکورہ بالا حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے جناب بھٹو نے اپنے تجربہ اور سیاسی بصیرت کی بنا پر 1968ء اور 1969ء کے پارٹی کے بڑے مشکل اور کڑے حالات میں میرے ضلع بہاول نگر میں فیوڈل لارڈز کا سامنا کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کو نہایت مضبوط اور موثر طریقے سے آرگنائز کرنے اور جناب بھٹو کے 1969ء اور 1970ء میں بہاول نگر ضلع میں بڑے کامیاب تاریخی جلسوں کے انعقاد کی بناء پر اور پارٹی کے اندر ہار ڈلائیزز اور پارٹی میں نئے شامل ہونے یا شامل کیے جانے والے گروپوں میں بیلنس (Balance)' باہمی مفاہمت اور ایڈجسٹمنٹ (Adjustment) کے لیے موزوں خیال کرتے ہوئے مجھے پیپلز پارٹی پنجاب کا صدر نامزد کیا اور مجھے اس سلسلہ میں خصوصی ہدایات دیں اور تاکید کی کہ پارٹی کے پرانے مخلص اور نظریاتی کارکنوں کو ہر حالت میں مقدم رکھا جائے۔ اور پارٹی میں نئے آنے والے افراد میں سے صرف ایسے لوگوں کو اکاموڈیٹ کیا جائے جو اپنے اپنے علاقہ میں اچھی شہرت کے حامل انسان دوست خیال کیے جاتے ہوں۔

میں نے PPP پنجاب کا صدر مقرر کیے جانے کے بعد دیانت داری سے اور غیر جانب داری سے بغیر کسی بھی مذکورہ بالا گروپس کی بے جا سائیڈ لیے صرف اور صرف بھٹو گروپ کے قیام اور پارٹی کے بہترین مفاد میں پارٹی کی تنظیم نو کا کام شروع کر دیا۔ اس سلسلہ میں میں نے ہر ضلع کے پرانے اور نئے کارکنوں اور عوامی نمائندوں سے بار بار

دورے کر کے ذاتی طور پر رابطہ کیا اور ان کے اعتراضات سننے کے بعد متوقع امیدواران برائے صدر و سیکریٹری ضلع کے لیے تجویز کیے۔

امیدواروں کے ذاتی طور پر بھی انٹرویو لیے اور مکمل طور پر غیر جانبداری اور دیانت داری سے مخلص، اہل اور انسان دوست افراد کو منتخب کیا اور خصوصاً 80-70 فیصد سے زیادہ پرانے اور نظریاتی کارکنوں کو ہر ضلع اور ڈویژن کی سطح تک Adjust کیا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ پارٹی میں مذکورہ بالا ہوسٹائیل (Hostile) گروپوں کی آپس کی محاذ آرائی کی وجہ سے مجھے بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا لیکن میں نے ہر ایسے موقع پر افہام و تفہیم سے ان متعلقہ شخصیات سے معاملات طے کیے اور اس سلسلہ میں جناب بھٹو سے بھی رہنمائی اور ہدایات حاصل کیں۔ چونکہ جناب شیخ رشید (مرحوم) PPP کے نہ صرف بانیوں میں سے تھے بلکہ نہایت ہی مخلص، نظریاتی سوشلسٹ سوچ کے حامل تھے اور صوبہ پنجاب میں خصوصاً PPP پنجاب کے پہلے صدر کی حیثیت سے پارٹی کی تشکیل کے دوران پنجاب بھر کے 1970ء سے پہلے کے کارکنوں سے شناسائی بھی رکھتے تھے۔ اس لیے پارٹی میں ہر سطح پر اپنی مرضی کا عہدہ حاصل کرنے کے لیے سب سے زیادہ جناب شیخ رشید (مرحوم) سے ہی رابطہ کر کے ان کو ہر ممکن طریقے سے قائل کر کے استعمال کرنے کی کوشش کی گئی۔ شیخ صاحب سے رابطہ کرنے والوں میں یقیناً اچھے، پرانے اور مخلص کارکن بھی تھے لیکن یقیناً ان میں کچھ ایسے لوگ بھی شامل تھے جو نہایت موقع پرست، خودغرض اور اپنے علاقہ میں اچھی شہرت کے حامل نہ تھے۔ اس کے علاوہ پارٹی میں ہر سطح پر عہدے کم اور امیدوار بہت زیادہ تھے جس بنا پر ہر ایک کو اس کی مرضی کے مطابق عہدہ دیا جانا ممکن بھی نہ تھا۔ لہٰذا ایسے تمام کارکن بھی شیخ صاحب سے رابطہ کر کے شکایت کرتے تھے۔ لیکن میں ان کے ارشادات اور ہدایات لیتا تھا اور کوشش کرتا تھا کہ ممکن حد تک ان کی شکایات کا ازالہ کیا جائے لیکن اس کی شدت اور نوعیت کچھ اس قدر سخت ہو چکی تھی کہ پارٹی میں موجود کچھ مفاد پرست اور استحصالی قوتوں کے آلہ کار حضرات نے خود سامنے آنے کی بجائے جناب شیخ رشید کے نام سے پنجاب میں پارٹی

کی تنظیم نو کے بارے میں تنقیدی بیانات اخبارات میں شائع کرانے شروع کر دیئے۔ جس پر میں نے جناب بھٹو کو اس بارے میں 14-11-1973 کو خط لکھا جس کا عنوان تھا:

"PARTY ORGANIZATION VIA VIS THE ACTIVITION OF SHEIKH RASHID SB. AND HIS PRESS STATEMENTS"

جس کی اصل کاربن کاپی لف ہذا ہے۔

اسی طرح سے جناب شیخ رشید نے بھی جناب بھٹو کو میری شکایت کرتے ہوئے مورخہ 19-11-1973 کو خط لکھا جو کہ جناب بھٹو نے اپنے کمینٹس (Comments) کے ساتھ اپنے دستخط کر کے جناب شیخ رشید کا لکھا ہوا خط Original حالت میں مورخہ 20-11-1973 کو مجھے ارسال کیا جو کہ اپنی اصلی حالت میں لف ہذا ہے۔ جس کے نتیجہ میں میں نے جناب شیخ رشید کی خدمت میں خود حاضر ہو کر ان کے ساتھ کئی طویل ملاقاتوں میں پنجاب بھر میں پارٹی تنظیم کے بارے میں ان کو اعتماد میں لیا۔ کیونکہ میرا ذاتی طور پر پنجاب میں کسی بھی مذکورہ بالا گروپس میں سے کسی کے ساتھ خصوصی تعلق نہ تھا اور میرا صرف اور صرف یہ مقصد تھا کہ پارٹی کو حقیقی معنوں میں جمہوری طریقے سے منظّم کیا جائے اور اس میں ایسے لوگوں کو پارٹی عہدوں پر تعینات کیا جائے جو کہ نہ صرف نظریاتی اور پرانے کارکن ہوں اس کے ساتھ ان کا صاحبِ کردار، انسان دوست اور اپنے اپنے حلقہ اور علاقہ میں اچھی شہرت کا حامل ہونا بھی ضروری ہوتا کہ پنجاب میں ایسا تنظیمی ڈھانچہ تیار کرنے کے بعد پارٹی میں حقیقی جمہوری طریقے سے پارٹی کے اندر خفیہ رائے شماری سے باقاعدہ نچلی سطح سے لے کر ضلع، ڈویژن، صوبہ اور مرکز کے پارٹی الیکشن کرائے جانے کی میری مذکورہ بالا کوشش کے نتیجہ میں جناب شیخ رشید نے آئندہ میرے ساتھ تنظیمی معاملات میں تعاون کے بارے میں مکمل اتفاق کیا اور مورخہ 03-12-1973 کو مشترکہ پالیسی بیان جاری کیا جو اصل حالت میں جناب شیخ رشید اور میرے دستخطوں سے جاری کیا گیا۔ لف ہذا ہے۔ اس طرح

سے میں نے جناب بھٹو کی رہنمائی میں اور جناب شیخ رشید کے مشوروں سے نیک نیتی سے پارٹی کے بہترین مفاد میں پارٹی کی تنظیم نو کا کام خوش اسلوبی سے جاری رکھا اور حتی الامکان کوشش کی کہ پارٹی کو گروہ بندی، انتشار اور ملک دشمن اندرونی اور بیرونی (Wested Interest) ویسٹڈ انٹریسٹ رکھنے والی قوتوں کے (Direct or In-direct) ڈائریکٹ یا ان ڈائریکٹ مضر اثرات سے محفوظ رکھا جائے۔

www.bhutto.org

باب نمبر3

پیپلز پارٹی کے تنظیمی امور میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ذاتی طور پر دلچسپی لینے اور پارٹی عہدیداران اور عوامی نمائندگان کی شہرت اور کارکردگی کے متعلق آگاہ رہنے کی کوششوں کی تفصیل

1973ء اور 1974ء کے عرصہ میں پارٹی کی تنظیم نو میں جناب بھٹو بہت دلچسپی رکھتے تھے اور پارٹی کو ہر سطح پر یعنی صوبائی مجلس عاملہ کے اراکین، ضلع، تحصیل سطح تک کے پارٹی عہدیداران، ایم این اے اور ایم پی اے صاحبان کی کارکردگی اور طرزِ عمل کی روشنی میں کرپٹ، نااہل اور خودغرض کارکنوں اور لیڈروں سے پاک کرنا چاہتے تھے۔ ملک کا وزیراعظم (Prime Minister) ہوتے ہوئے اپنی بے پناہ سرکاری مصروفیات کے باوجود وہ روزانہ ملک بھر سے پارٹی کی ہر سطح کے عہدے داران اور عوامی نمائندوں کے متعلق خفیہ اداروں کی رپورٹس اور اپنے ذاتی رابطوں کی بنا پر ہمہ وقت باخبر رہتے تھے اور اس کی بنیاد پر مجھے بھی بری شہرت کے حامل پارٹی عہدیدارن اور عوامی نمائندوں کے متعلق اطلاع کے ساتھ تحریری طور پر ہدایات بھی جاری کرتے رہتے تھے۔ جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ا۔ جنوری 1974ء میں خورشید حسن میر ڈپٹی سیکریٹری جنرل پاکستان پیپلز پارٹی نے سرکولر جاری کیا کہ پارٹی چیئرمین صاحب نے حکم دیا ہے کہ پارٹی کے عہدیداران اور اہم ممبرز کے مکمل کوائف کے بارے میں سرکلر کے ساتھ شامل پرفارما کے مطابق

15-01-74 تک خصوصاً صوبائی مجلس عاملہ کے عہدیداران اور ممبران کا مکمل Biodata مرکزی دفتر میں پہنچ جانا چاہیے۔اس بارے میں مذکورہ بالا Directive اور پرفارما اور جناب خورشید حسن میر کے خط بطور ریمائنیڈر محرر 22-01-1974 اصل حالت میں لف ہیں۔ مذکورہ بالا ڈائریکٹو کے مطابق میں نے جناب بھٹو کو اپنے خطوط محررہ 01-02-1974 اور 11-02-1974 کے ذریعے پنجاب کی مجلس عاملہ کے 26 ارکان کے مکمل Biodate کی تفصیل ارسال کر دی۔ میرے مذکورہ بالا خطوط کی آفس کاپیز لف ہذا ہیں۔طوالت سے بچنے کے لیے Biodata کی تفصیل شامل نہ کی جا رہی ہے جو کہ اصل حالت میں میرے پاس موجود ہے۔جس پر ہر ممبر اور عہدیدار کے دستخط اور تصویر بھی موجود ہے۔

۲۔اسی طرح سے ہر ضلع کے MNA اور MPA کے متعلق بھی جناب بھٹو نے ان کی شہرت اور کارکردگی کے بارے میں رپورٹس طلب کی تھیں جو میں نے اپنے خط 28-02-1974 کے ذریعے لاہور اور ساہیوال کے اضلاع کے عوامی نمائندگان کے متعلق ارسال کیں۔ میرے ارسال کردہ خط محررہ 28-02-1974 اور ضلع لاہور کے صدر بشیر احمد خاں نے مجھے اپنے ضلع کے عوامی نمائندوں کے بارے میں مورخہ 02-02-1974 کو خط لکھا کی آفس کاپیز اصل حالت میں لف ہذا ہیں۔ ہر MNA اور MPA کے بارے میں تفصیل طوالت سے بچنے کے لیے لف نہ کی جا رہی ہے جو کہ میرے پاس اصل حالت میں محفوظ ہے۔

۳۔اس عرصہ میں میں نے جناب بھٹو کو 08-03-1974 کو جنرل پالیسی امور کے بارے میں ایک خط بعنوان

"POLITICAL SITUATION VISA VIS PEOPLES PARTY"

بھی لکھا جس کی اصل آفس کاپی لف ہذا ہے۔

باب نمبر4

جناب بھٹو کی نگرانی اور رہنمائی میں پنجاب میں 6/5/74 تک پارٹی کی تنظیم نو مکمل کی جانے کی تفصیل اور اس سے متعلقہ بھٹو صاحب سے خط و کتابت کا اصل حالت میں ریکارڈ بھی شامل کیا گیا ہے۔

فروری 1974ء سے اپریل 1974ء کے عرصہ میں جب پنجاب میں پارٹی کی تنظیم نو کا عمل زور شور سے جاری تھا جناب بھٹو نے اس عرصہ میں ہر ضلع اور ڈویژن میں پارٹی ورکرز اور عوامی نمائندگان کے بارے میں وقتاً فوقتاً اپنے خطوط کے ذریعے جو ہدایات دیں یا میری طرف سے اس بارے میں ان کو لکھے گئے خطوط پر جناب بھٹو نے اپنے قلم سے اپنے ریمارکس اور اپنے دستخطوں کے ساتھ مجھے واپس ارسال کیے۔ اصل حالت میں مذکورہ بالا جملہ خط و کتابت کا ریکارڈ برائے مطالعہ قارئین کرام لف ہذا ہے۔ جس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ملک کے مصروف ترین وزیراعظم پارٹی کی تنظیم کے بارے میں پارٹی سے بدنام اور کرپٹ افراد کے خاتمہ کے لیے ڈویژن، ضلع کے علاوہ تحصیل اور قصبہ ہائے کی حد تک بھی ورکرز کے بارے میں کس قدر معلومات رکھتے تھے۔

جناب بھٹو کی ذاتی طور پر نگرانی اور رہنمائی میں اس طرح مئی 1974ء تک میں نے دیانت داری سے پارٹی کے بہترین مفاد میں انسانی طور پر ہر ممکن کوشش سے ہر ضلع میں

تحصیل اور بڑے بڑے قصبہ ہائے کی سطح تک ورکرز کے ذاتی طور پر براہِ راست انٹرویو اور دیگر ذرائع سے معلومات حاصل کرتے ہوئے پنجاب کے تمام ڈویژن اور اضلاع میں پارٹی کی تنظیم نو کا عمل مکمل کر دیا۔ جو کہ باقاعدہ جناب خورشید حسن میر ڈپٹی سیکریٹری جنرل پاکستان پیپلز پارٹی اور مسٹر فضل کریم جو اس وقت جناب بھٹو کے پارٹی معاملات کے بارے میں OSD مقرر تھے کی مشترکہ میٹنگ میں تفصیل کے ساتھ غور وخوض کرنے کے بعد جناب ذوالفقار علی بھٹو کی فائنل منظوری کے لیے پیش کیا گیا اور منظور کیا گیا۔

اس بارے میں میرے خط محررہ 09-05-1974 کی کاربن کاپی اور پنجاب کے پانچوں ڈویژنز اور ہر ضلع اور اس کے بڑے بڑے شہروں یعنی تحصیل سطح تک کی پارٹی کی تنظیم کے عہدیداروں کی Approved فہرست بھی لف ہذا ہے جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ پنجاب بھر میں پرانے اور نظریاتی مخلص کارکنوں کو 80 فیصد سے بھی زیادہ پارٹی میں ہر سطح کے عہدوں پر Adjust کیا گیا تھا۔

www.bhutto.org

باب نمبر5

صوبائی اور مرکزی سطح پر نظام حکومت میں فوری اور دیرپا اصلاحات وترقیاتی منصوبہ جات کے بارے میں جناب ذوالفقار علی بھٹو سے خط و کتابت، مشورے اور ان کے ردعمل کی تفصیل

جناب بھٹو کی خصوصی شفقت اور اعتماد کی بنا پر میں ان سے نہ صرف PPP پنجاب کے تنظیمی امور سے متعلق خط و کتابت کرتا رہتا تھا بلکہ صوبائی اور مرکزی حکومت سے متعلق دیگر سیاسی، انتظامی اور ملکی معاشی ترقی کے بارے میں اپنے خیالات اور گزارشات سے بھی آگاہ کرتا رہتا تھا۔ 1972ء سے وسط 1975ء کے دوران ان کو میں نے جتنی بھی تجاویز پیش کیں ان میں سے اکثر پر انہوں نے عمل درآمد کی ہدایات بھی جاری کیں۔ چند مثالیں درج ذیل ہیں:

ا۔ فروری 1972ء میں PPP کی حکومت قائم ہونے پر مجھے صوبائی کیبنٹ میں وزیر محنت کا محکمہ دیا گیا۔ اگرچہ مجھے صنعتی لیبر اور ان کے مسائل کا کوئی تجربہ نہ تھا کیونکہ میرے آبائی ضلع بہاول نگر میں کوئی بڑی صنعت ہی نہ تھی لیکن میں نے بحیثیت ایک وکیل کے محسوس کیا کہ اکثر صنعتی یونٹوں میں مالکان اور مزدور یونینز کے مابین اختلافات کے حل کا کوئی فوری اور مؤثر نظام نہ ہونے کی وجہ سے یہ اختلافات شدید ہو کر صنعتی بدامنی کا سبب بن رہے ہیں۔ اس کے علاوہ PPP کی حکومت قائم ہونے پر مزدور طبقہ خصوصاً صنعتی لیبر بڑی Vocal اور مشتعل بھی ہو چکی تھی جس کی بنا پر پنجاب بھر میں اکثر کارخانے صنعتی بحران

کا شکار تھے۔ میں نے دن رات ایک کر کے پنجاب بھر کے بڑے بڑے صنعتی مراکز میں دورے کر کے صنعت کاروں اوران کی مزدور یونینز کے لیڈروں کے مابین میٹنگز کرائیں اور معاملات کوافہام وتفہیم سے طے کرانے کی کوشش کے ساتھ میں نے جناب بھٹوکو تجویز پیش کی کہ نہ صرف پنجاب بلکہ ملک بھر میں صنعتی لیبر کے جھگڑوں کے تصفیہ کے لیے ملک کے جنرل عدالتی نظام سے بالکل علیحدہ ایسی عدالتیں لیبر کورٹس کے نام سے بنائی جائیں جو صرف اورصرف ملک بھر میں صنعتی جھگڑوں کے تصفیہ کی ذمہ دار ہوں جو کہ ہر صورت میں دس سے پندرہ یوم کی قلیل مدت کے اندر اندر فیصلہ کرنے کی پابند ہوں اوران کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کے لیے بھی علیحدہ اپیلیٹ کورٹس بنائی جائیں جوزیادہ سے زیادہ ایک یا ڈیڑھ ماہ کے اندر اپیل کا فیصلہ کرنے کی پابند ہوں۔

جناب بھٹو نے میری اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے گورنر ہاؤس پنجاب میں مرکزی وزیر محنت جناب رانا محمد حنیف‘ مرکزی سیکریٹری لیبر جناب فتح خاں بندیال‘ چاروں صوبوں کے وزرائے محنت اور سیکریٹریز کی میٹنگ بلائی۔ جس میں میں نے سب حضرات کو مذکورہ بالا تجاویز کی تفصیل پر روشنی ڈالی جس کے نتیجہ میں جناب بھٹو کے حکم سے ان تجاویز کو باقاعدہ قانونی شکل دے کر علیحدہ لیبر کورٹس اوران کے فیصلوں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کے لیے اپیلیٹ کورٹس کا قیام عمل میں لایا گیا اور ان کورٹس کے قیام کے چند ماہ بعد ہی پنجاب میں ہم صنعتی بدامنی پر قابو پانے میں کامیاب ہوگئے اور وہ مذکورہ بالا علیحدہ لیبر کورٹس کا نظام آج تک کامیابی سے جاری ہے۔

۲۔اسی طرح سے 18-04-1974 کو میں نے جناب بھٹو کو ملک بھر میں ADP اور PWP (پیپلز ورکس پروگرام) کے لیے مختص حکومتی فنڈز کے بہتر استعمال‘ مہنگائی‘ کرپشن‘ سرکاری محکموں میں بھرتیوں اور دیہی علاقوں میں لنک روڈز تعمیر کیئے جانے کے بارے میں کچھ تجاویز ارسال کیں۔ میری ان تجاویز کو نہ صرف انہوں نے سراہا (Appreciate) بلکہ ان پر عمل درآمد کے لیے پلاننگ ڈویژن کو فوری ورکنگ گروپ

www.bhutto.org

قائم کر کے رپورٹ کرنے کا حکم جاری کیا۔ جس کے نتیجہ میں باقاعدہ ورکنگ گروپ قائم کیا گیا اور میری اس ورکنگ گروپ کے ارکان سے ان تجاویز کے بارے میں تفصیلاً گفتگو بھی ہوئی۔ جس کے نتیجہ میں ورکنگ گروپ نے 27-05-1974 کو وزیراعظم کے لیے سمری تیار کی جس کی بھٹو صاحب نے منظوری دی۔ جناب بھٹو کو میرے 18-04-1974 کو اس سلسلہ میں لکھے گئے خط کی اصل کاربن کاپی مذکور بالا سمری کی نقل اور جناب بھٹو کی طرف سے اس کی منظوری دیئے جانے کی نقول بھی لف ہذا ہیں جو کہ ستمبر 1974ء میں پلاننگ ڈویژن نے ان پر عمل درآمد کے لیے ایک کتابچہ کی شکل میں شائع کیں اور اس کی ایک کاپی پلاننگ ڈویژن کی طرف سے مجھے بھی ارسال کی جو اصل حالت میں لف ہذا ہے۔ مذکورہ بالا خط و کتابت اور ریکارڈ پلاننگ ڈویژن کے پاس اس وقت اُن کے ریکارڈ میں بھی موجود ہو گا اور آسانی سے دستیاب ہو سکتا ہے۔ اور پلاننگ ڈویژن کے اس وقت کے سیکریٹری V.A جعفری صاحب اور دیگر اراکین ورکنگ گروپ میں سے جو بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے زندہ سلامت ہوں سے بھی تصدیق کی جا سکتی ہے۔

www.bhutto.org

۳۔اسی طرح سے میں نے جناب ذوالفقار علی بھٹو کو امروکا تا وساوے والا ریلوے لنک اور چیچہ وطنی/ بورے والا تا چشتیاں ریلوے لنک کی تعمیر کے بارے میں ان کے ضلع بہاول نگر اور بہاول پور کے دوروں کے دوران تمام پبلک کے ان قومی اہمیت کے منصوبوں کے مطالبے پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی علاقائی اور قومی سطح پر معاشی طور پر اہمیت اور ملک بھر میں آمدورفت کی سفری سہولت کے علاوہ مال کی آمدورفت کے لیے بھی جو بے پناہ اضافی سہولت میسر آئے گی سے بھی آگاہ کیا۔ کیونکہ ان دونوں منصوبوں کی تکمیل سے معمولی خرچ سے لاہور اور کراچی کے درمیان اس وقت صرف واحد ریلوے ٹریک کی بجائے ہمارے پاس دو مزید اضافی ریلوے ٹریک لاہور سے کراچی تک مہیا ہو جائیں گے۔ چونکہ ان دونوں ٹریکس کا دریائے ستلج کے جنوب کی طرف سے بہاول نگر (یعنی بہاول پور ڈویژن) سے تعلق تھا۔ اور یہ مطالبہ بھی بہاول پور ڈویژن ہی کے عوام کا تھا۔ اس لیے میں نے اس معاملے میں مزید دلچسپی لیتے ہوئے نہ صرف جناب ذوالفقار علی بھٹو کو خود بھی خط لکھا اور اس وقت کے چیف منسٹر جناب محمد حنیف رامے سے بھی ان منصوبہ جات کی اہمیت اور ان پر عمل درآمد کے احکامات جاری کرنے کی درخواست کرتے ہوئے خط لکھوایا۔ اس بارے میں میرے لکھے ہوئے خط 27-05-1975 اور جناب محمد حنیف رامے کے مورخہ 30-06-1975 کے خط کی آفس کاپی اصل حالت میں لف ہذا ہے۔

غالب امکان تھا کہ اگلے دو ایک سال تک اگر ہماری حکومت پنجاب میں قائم رہ جاتی تو جناب بھٹو کے حکم پر تیار کی گئی پلاننگ ڈویژن کی سمری اور مذکورہ بالا دونوں ریلوے لنکس جیسے تمام قومی اہمیت اور انقلابی نوعیت کے منصوبہ جات پر عمل درآمد ہو جاتا لیکن بدقسمتی سے اسلامی کانفرنس کے بعد بتدریج اور خصوصاً 1975ء کے وسط کے بعد نامعلوم وجوہات کی بنا پر بڑی تیزی سے جناب بھٹو کی دلچسپی پارٹی کے تنظیمی امور اور حکومتی معاملات میں کم ہونا شروع ہوگئی بلکہ ملک بھر میں ہر سطح پر جناب بھٹو کے اصلاح احوال کی کوششوں میں ایسی Negative یعنی منفی تبدیلی آگئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی نامعلوم خفیہ طاقت نے بھٹو

www.bhutto.org

صاحب پر کوئی ایسا دباؤ ڈالا ہے یا ایسا جادو کیا ہے کہ ان کی تمام مذکورہ پالیسیوں اور ملک بھر میں اصلاح احوال کی کوششوں کو بیک گیئر (Back Gare) لگا دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس عرصہ میں بھٹو صاحب کی طرف سے ہر نیا اٹھایا جانے والا قدم اصلاح احوال میں بہتری کی بجائے پہلے اٹھائے جانے والے قدم سے بھی زیادہ نہ صرف حکومت اور پارٹی کے لیے نقصان دہ ثابت ہو رہا تھا بلکہ ان کی اپنی ذات کے لیے نا قابل تلافی نقصان اور تباہی کا سبب بن رہا تھا۔

مثلاً اسلامی کانفرنس کے کچھ عرصہ بعد ہی پنجاب میں جناب غلام مصطفیٰ کھر کی حکومت کا خاتمہ کر کے جناب محمد حنیف رامے کو پنجاب کا وزیر اعلیٰ مقرر کرنا بھٹو صاحب کا میری رائے میں ایسا فیصلہ تھا جو کہ پنجاب میں پارٹی کی تنظیم، حکومت پر بھٹو صاحب کی گرفت اور خود بھٹو صاحب کی ذات کے لیے نا قابل تلافی نقصان پہنچانے کی بنیاد رکھنے کے مترادف تھا۔ رامے صاحب کیسے چیف منسٹر بنے اور رامے صاحب کے متعلق بھٹو صاحب کے اپنے ریمارکس وغیرہ کے بارے میں باب نمبر 6 میں تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ یہاں دہرانے کی ضرورت نہ ہے۔ لیکن میں اپنے ذاتی تجربہ اور معلومات کی بنا پر یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ غلام مصطفیٰ کھر صاحب باوجود اپنی تمام تر کمزوریوں اور خامیوں کے جناب محمد حنیف رامے کے مقابلے میں ہزار درجہ زیادہ بھٹو صاحب کے ہمدرد اور خیر خواہ تھے۔ اگر کھر صاحب وزیر اعلیٰ ہوتے تو نواب احمد خاں کے قتل کا مقدمہ کی FIR تھانہ پر بھٹو صاحب کے خلاف (By Name) یعنی نامزد پرچہ درج ہونے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا اور اگر کسی وجہ سے ایسا ہو بھی جاتا تو نہ صرف اس سازش میں شامل پولیس افسران کے خلاف ایکشن لیا جاتا بلکہ اس مقدمہ کو بھی حقائق پر مجاز عدالت سے خارج کر دیا جاتا۔

اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ کسی طرح سے دن رات کی محنت سے جناب بھٹو کی اپنی ذاتی رہنمائی اور مشوروں سے اور جناب شیخ رشید کو بھی On board لے کر اس وقت کے مرکزی جنرل سیکریٹری جناب خورشید حسن میر سے مل کر پنجاب میں PPP کی تنظیم نو کو

www.bhutto.org

مکمل کیا گیا جس کے نتیجہ میں آئندہ پارٹی میں نچلی سطح سے مرکزی سطح تک کے الیکشن کے شیڈول کا بھی پروگرام مرتب کرلیا گیا تھا۔ (جس کی تفصیل پہلے باب ہائے میں دی جا چکی ہے)۔ جناب رامے نے چیف منسٹر پنجاب مقرر ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہی پہلا یہ کام کیا کہ جناب بھٹو کو خط لکھا کہ محمد افضل وٹو صدر PPP پنجاب کی وجہ سے ان کو پنجاب میں حکومت چلانے میں مشکلات پیش آرہی ہیں لہٰذا اسے PPP پنجاب کی صدارت سے ہٹا دیا جائے یا خود ان کو چیف منسٹر پنجاب کے عہدہ سے فارغ کر دیا جائے۔ (اس بارے میں بھی تفصیل باب نمبر 6 میں بیان کر دی گئی ہے) مختصراً یہ کہ اس طرح سے جناب رامے نے پنجاب میں مذکورہ بالا تنظیم نو اور اس پر آئندہ کے لیے جمہوری بنیادوں پر پارٹی کے ہر سطح کے الیکشن کے پرگرام کو ختم کرنے کے لیے (جو کہ یقیناً کسی ملک دشمن استحصالی بیرونی قوت ہی کی خواہش ہو سکتی ہے ورنہ کوئی محبّ الوطن ایسا عمل کرنے کا سوچ بھی نہ سکتا ہے)۔ پہلے مجھے PPP پنجاب کی صدارت سے ہٹایا گیا اور اس کے فوراً بعد پنجاب بھر میں قائم تنظیم نو کا پروگرام ختم کرنے کا نئے صدر صاحب سے اعلان کروا دیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ 1977ء کے مارشل لاء تک پارٹی کا کوئی مؤثر تنظیمی ڈھانچہ ہی قائم نہ کیا گیا اور پارٹی اندرونی خلفشار کا شکار ہو کر غیر مؤثر ہو کر رہ گئی۔

ایک لمحہ کے لیے مان لیتے ہیں کہ جناب کھر اس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب اور محمد افضل وٹو یعنی میں بطور صدر PPP پنجاب اور سینئر منسٹر پنجاب جناب بھٹو کا اعتماد کھو چکے تھے اور ان کو یہ محسوس ہوا یا ان کو محسوس کرا دیا گیا کہ کھر صاحب اور افضل وٹو مل کر پنجاب میں پارٹی اور حکومت کے اندر بھٹو صاحب کے مقابلہ میں اپنے اثر و رسوخ کو بڑھا رہے ہیں (حالانکہ ایسی سوچ رکھنے والا کوئی احمقوں کی جنت میں رہنے والا ہی ہو سکتا تھا ورنہ پاکستان کے بچہ بچہ کو علم تھا کہ جس نے بھی کبھی جناب بھٹو کو چھوڑا یا ان کے خلاف کسی بھی قسم کی سازش کی وہ Zero ہو گیا اور نہ صرف پارٹی میں اپنا مقام کھو بیٹھا بلکہ دوبارہ ملکی سیاست میں کبھی وہ مقام حاصل نہ کر سکا جو اسے PPP نے بخشا ہوا تھا۔ تو کیا میں یا جناب غلام مصطفیٰ کھر

اتنے ہی بے وقوف تھے کہ ایسی احمقانہ حرکت کرتے۔ کم از کم میں یقین سے اپنی ذات کے بارے میں تو کہہ سکتا ہوں کہ جناب بھٹو جنہوں نے مجھ جیسے ایک معمولی ورکر کو پارٹی میں اور حکومت میں اتنے بڑے مقام تک پہنچایا۔ عزت بخشی اور خاص طور پر حد سے زیادہ اعتماد کیا تو میرے لیے ان کی قیادت کے خلاف کوئی سازش کرنا یا اس کا حصہ بننا تو کجا ایسا کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا) تو ایسی صورت میں جناب بھٹو جیسے ذہین وفہیم اور تجربہ کار سیاست دان اور لیڈر سے یہ توقع کی جانی چاہیے تھی کہ وہ پہلے غلام مصطفیٰ کھر اور پھر محمد حنیف رامے کی پنجاب میں حکومت ختم کریں تو ان کی جگہ پنجاب جیسے اہم ترین صوبہ میں اپنی پارٹی اور حکومت کی گرفت کو مضبوط کرنے کے لیے کسی ایسے شخص کو وزیر اعلیٰ مقرر کریں جو اعلیٰ درجہ کا ذہین، لائق، بہترین منتظم ہونے کے علاوہ ملکی ترقی اور فلاح و بہبود کے متعلق پارٹی منشور اور پالیسیز پر یقین رکھتا ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ بھٹو صاحب کی قیادت اور ذات سے رہنمائی حاصل کرنے کے علاوہ کسی بھی اندرونی یا بیرونی ملک دشمن قوت سے کسی قسم کا بھی رابطہ نہ رکھتا ہو۔ اب آپ خود ایمانداری سے طے کریں کہ کیا جناب محمد حنیف رامے کے بعد جناب نواب صادق قریشی کو وزیر اعلیٰ پنجاب مقرر کیا جانا کسی لحاظ سے بھی پارٹی، حکومت اور خود جناب بھٹو کی ذات کے لیے مفید ہو سکتا تھا اور کیا وہ اس وقت کے مشکل حالات میں مذکورہ بالا خوبیوں کے حامل پنجاب کے وزیر اعلیٰ مقرر کے جانے کے اہل تھے۔ یقیناً آپ کا جواب نفی میں ہوگا بلکہ آپ تسلیم کریں گے کہ کوئی عام معمولی سمجھ بوجھ رکھنے والا شخص بھی خود اپنے خلاف ایسا قدم اٹھانے کی غلطی ہرگز نہیں کرے گا۔ تو پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ جناب بھٹو جیسی عظیم شخصیت خود اپنے خلاف ایسا قدم اٹھائے یا ان کو ایسا قدم اٹھانے پر مجبور کر دیا جائے۔ اس لیے جناب صادق قریشی کے وزیر اعلیٰ پنجاب مقرر کیے جانے کے بعد میرا یہ خیال یقین میں بدل گیا کہ کسی نامعلوم خفیہ طاقت نے ان پر کوئی ایسا دباؤ ڈالا ہے کہ نہ صرف انہوں نے اپنی تمام مذکورہ بالا ملکی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے جاری کی گئی پالیسیوں اور منصوبوں کو Back Gare لگا دیا ہے یا ان سے لگوا دیا گیا ہے

بلکہ ان کی طرف سے پارٹی اور حکومتی معاملات کو چلانے کے لیے اٹھایا جانے والا نیا قدم اصلاح احوال میں بہتری کی بجائے نہ صرف نقصان کا سبب بن رہا ہے بلکہ ان کی اپنی ذات کے لیے بھی ناقابل تلافی نقصان اور تباہی کے اسباب پیدا کر رہا ہے۔ یہی وہ سوال ہے کہ میں جس کے جواب کی تلاش میں آج تک ہوں اور یہی ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے کیونکہ اسی سوال کا صحیح جواب معلوم کرنے اور اس پر عمل کرنے کے علاوہ ہمارے پاس ملک کو اس وقت درپیش اندرونی اور بیرونی خطرات سے بچانے کا اور کوئی راستہ نہ ہے۔ ورنہ آپ کے ملک میں اس طرح سے کسی نظر نہ آنے والی اندرونی و بیرونی استحصالی قوتوں کی لائی ہوئی اور ان کے کنٹرول میں چلنے یا چلائی جانے والی حکومتیں قائم ہوتی رہیں گی۔ تو آپ کے ملک کے حالات ہر آنے والے دور میں پہلے سے بھی بدتر ہوتے چلے جائیں گے۔ ایوب خان سے لے کر زرداری صاحب اور موجودہ حکومت کی اس وقت تک کی کارکردگی آپ کے سامنے ہے۔

www.bhutto.org

۴۔ جناب بھٹو نے 1977ء کے الیکشن سے قبل 1977-01-08 کو جو انہوں نے اپنی زندگی کا مجھے آخری خط لکھا سے بھی انکے جذبہ حب الوطنی اور ملکی فلاح و بہبود اور ترقی کے ان کے جذبات کی عکاسی ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ انہوں نے ملک کو اور اپنے آپ کو ملک کے اندر اور باہر کی استحصالی قوتوں سے درپیش خطرات کا بھی اظہار کیا۔ جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ جناب بھٹو کو اس سے قبل پارٹی اور حکومتی معاملات کو چلانے کے دوران جو کوتاہیاں ہوئیں یا کرائی گئیں کا احساس تھا اور آئندہ وہ اپنے لیے ایسے ملکی اور عالمی سطح پر سازگار حالات پیدا کرنے کی کوشش میں تھے کہ ان کو مستقبل میں پارٹی اور حکومتی معاملات کو چلانے کے لیے اس طرح کی دشواریوں کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اس خط کی اصل کاپی لف ہے۔ اسی طرح کا خط جناب بھٹو نے اپنے دیگر قابل اعتماد ساتھیوں کو بھی لکھا ہوگا۔ ان سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔ اس خط سے اس بات کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ جناب بھٹو مجھے 1977ء اور ان کی حکومت کے آخری وقت تک بھی نہ صرف اپنے مخلص کارکنوں میں شمار کرتے تھے اور 1977ء کے قومی اسمبلی کے الیکشن میں مجھے بہاولنگر ضلع سے میری درخواست کے بغیر ہی قومی اسمبلی کی پارٹی ٹکٹ ارسال کی اور میں 1977ء میں PPP کی طرف سے قومی اسمبلی کا ممبر منتخب ہوا اور مجھے بھٹو صاحب نے بحیثیت ممبر قومی اسمبلی 1977ء میں آسٹریلیا کے شہر کینبرا میں منعقدہ بین الاقوامی اِنٹر پارلیمانی یونین کانفرنس کے لیے پاکستان کی طرف سے سہ رکنی وفد میں بھی شامل کیا۔ آسٹریلیا میں کئی یوم تک جاری رہنے والے اجلاس کے اختتام پر جو تین سب سے بہتر مقرر قرار دیئے گئے ان میں ایک میرا نام تھا۔ ہم اس امید اور خوشی کے ساتھ جب واپس پاکستان پہنچے تو ملک میں PNA کے جلسے جلوسوں اور عجیب افراتفری کا سماں تھا جس کے چند روز بعد ہی ملک میں مارشل لاء لگا کر جناب بھٹو کی حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا۔

۵۔ جناب بھٹو کے مذکورہ بالا جنوری 1977ء میں مجھے لکھے گئے خط اور اس کے علاوہ بھی بھٹو صاحب کی میرے ساتھ خط و کتابت جس کی اس کتاب میں کافی تفصیل دی گئی ہے سے واضح ہو جاتا ہے کہ پارٹی اور حکومتی معاملات میں جب بھی کبھی میں نے یا کسی بھی دیگر شخص نے ان کو کوئی مفید مشورے دینے کی کوشش کی تو نہ صرف انہوں نے ملاقات کا وقت دے کر ان کو تفصیل سے سنا بلکہ ان پر ممکن حد تک عمل بھی کرنے یا کرانے کی کوشش کی۔ اس کے برعکس محترمہ بے نظیر بھٹو سے میرا جو بھی تھوڑا بہت رابطہ ہوا ان کو بہت مختلف پایا۔ جس کا ذکر کرنا بھی میں ضروری سمجھتا ہوں تاکہ آپ جناب بھٹو اور محترمہ بے نظیر بھٹو کی شخصیات میں فرق اور ان پر ملک دشمن اندرونی و بیرونی استحصالی قوتوں کے غلبہ اور اثر کی نوعیت کا اندازہ کر سکیں۔

میری 1986ء میں محترمہ بے نظیر بھٹو کی عملی سیاست میں حصہ لینے سے قبل براہ راست واقفیت یا شناسائی نہ تھی۔ صرف بھٹو صاحب کے 1972ء سے 1975ء کے عرصہ میں ان کی لاہور آمد کے وقت چند مرتبہ ان کو جناب بھٹو کے ساتھ جہاز سے اتر کر استقبالیہ کی طرف آتے ہوئے ایک طالبہ کی شکل میں بغل میں بیگ سا لٹکائے ان کے پیچھے آتے دیکھا تھا۔

04-10-1986 کو میں نے ان کو ایک خط لکھا جس میں میں نے ان کو پارٹی میں اپنی کارکردگی اور جناب بھٹو کے ساتھ گزرے ہوئے وقت کی تفصیل بھی بیان کی اور آئندہ کے لیے ان کو کچھ تجاویز بھی پیش کیں اور ساتھ ہی میں نے ان کو ملاقات کا وقت دینے کی بھی درخواست کی۔ جس پر ان کی طرف سے مجھے فون پر اطلاع دی گئی کہ مورخہ 27-10-1986 کو لاہور جناب اقبال ٹکا کی کوٹھی پر محترمہ ورکرز میٹنگ اور ڈنر کے لیے تشریف لائیں گی آپ وہاں تشریف لے آئیں آپ سے بیگم صاحبہ ملاقات کریں گی۔ میں ان کے پروگرام کے مطابق 27-10-1986 کو شام کے بعد جناب اقبال ٹکا کی کوٹھی پر پہنچا۔ وہاں پر ورکرز کا اچھا خاصا مجمع تھا۔ میں بھی وہاں ایک کرسی پر پچھلے حصہ میں بیٹھ گیا۔

www.bhutto.org

تھوڑی دیر بعد محترمہ بے نظیر بھٹو بھی تشریف لے آئیں اور انہوں نے اپنی آمد کے کچھ دیر بعد ہی خود آواز دے کر پوچھا کہ کیا یہاں محمد افضل وٹو صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ میں نے کھڑے ہو کر بتایا' پاس بلایا بلکہ اسی صوفہ پر جس پر وہ اکیلی بیٹھی تھیں اپنے ساتھ بٹھایا اور خیریت وغیرہ معلوم کرتی رہیں جس پر ایک طرف تو میں ان کی طرف سے اپنی اس قدر عزت افزائی اور میرے خط پر دیئے گئے وقت کو یاد رکھنے پر حیران تھا تو دوسری طرف وہاں موجود پارٹی کے اس وقت کے اکابرین جنہوں نے بے نظیر کے گرد گھیرا تنگ کیا ہوا تھا یعنی جہانگیر بدر' اقبال ٹکا وغیرہ بے نظیر کا میرے ساتھ مذکورہ بالا برتاؤ دیکھ کر حیران اور ششدر رہ گئے تھے۔ میرا خیال ہے ان میں سے کسی کو بھی بے نظیر نے مجھ سے ملاقات اور میرے اقبال ٹکا کے گھر آنے کے بارے میں پہلے سے کوئی اطلاع نہ دی ہوئی تھی ورنہ انہوں نے پہلے سے ہی ایسا کوئی طریقہ اختیار کر لینا تھا کہ میری ان سے ملاقات ہی نہ ہوتی یا اگر ہوتی بھی تو اس قدر عزت افزائی ہرگز نہ ہونے دی جاتی۔ بہر حال خوش قسمتی سے کم از کم تھوڑی بہت گفتگو اور ملاقات کا پہلی مرتبہ موقع تو ملا چونکہ وہاں اس وقت اس گھما گھمی میں یکسوئی سے تفصیل کے ساتھ گفتگو نہ ہو سکتی تھی اس لیے میں نے گزارش کی کہ جب آپ اس میٹنگ اور ڈنر سے فارغ ہو جائیں تو کچھ دیر کے لیے علیحدگی میں مجھے ملاقات کا وقت عنایت فرمائیں یا پھر اگر آج فرصت نہ ہو تو کل یا پرسوں جب تک آپ لاہور میں موجود ہیں کسی اور وقت مجھے یاد فرمالیں میں حاضر ہو جاؤں گا۔

کچھ دیر بعد میٹنگ ختم ہوئی تو ڈنر شروع ہوا' بیگم صاحبہ اور پارٹی کے اکابرین کے لیے ڈنر کا کوٹھی کے اندر انتظام تھا اور پارٹی ورکرز کے لیے باہر لان میں انتظام کیا گیا تھا۔ میں کافی دیر تک لان میں بیٹھا انتظار کرتا رہا اور ملاقات کے لیے بلاوے یا کسی اور وقت حاضر ہونے کی اطلاع کا منتظر رہا۔ جب سب ورکرز بھی کھانا کھا کر چلے گئے لیکن مجھے قطعاً کسی قسم کی کوئی اطلاع نہ دی گئی کہ آیا میں انتظار کروں یا چلا جاؤں تو آخر کار میں وہاں سے چلا آیا۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ بیگم صاحبہ کے گرد موجود پارٹی کے مذکورہ بالا اراکین کو میرا ان

www.bhutto.org

سے ملنے آنا شدید ناگوار گزرا ہوگا اور انہوں نے ان کو فوراً ہی موقع ملنے پر میرے متعلق اس قدر بدظن کیا ہوگا کہ انہوں نے یک دم اس قدر بے رخی کا اظہار کیا۔ اس کے باوجود کچھ عرصہ بعد میں نے ایک اور ناکام کوشش کرتے ہوئے ان کو 08-11-1986 کو ایک اور خط لکھا اور اپنے پہلے خط اور لاہور میں اقبال ٹکا کی کوٹھی پر ملنے کا موقع دینے کا بھی ذکر اور شکریہ ادا کیا اور درخواست کی کہ مجھے کراچی میں ہی ملاقات کا موقع دے دیا جائے تاکہ میں اپنی گزارشات پیش کرسکوں۔ جس کے جواب میں عرصہ قریباً زائد از دو ماہ بعد مورخہ 24-01-1987 کو 70 کلفٹن سے نصیر احمد شفیع کا دستخط شدہ اطلاع نامہ موصول ہوا کہ محترمہ بے نظیر بھٹو بہت مصروف ہیں۔ آپ جہانگیر بدر صاحب کو مل لیں جس کے انگریزی میں الفاظ درج ذیل ہیں:

"Who will deal the matter for you"

میرے دونوں مذکورہ بالا خطوط 04-10-1986 اور 08-11-1986 کی اصل کاربن کاپیاں اور ان کی طرف سے ارسال کردہ پروانہ کہ جہانگیر بدر صاحب سے مل لیا جائے کی کاپی بھی لف ہذا ہے۔

میری رائے میں جناب ذوالفقار علی بھٹو کی ذات اور شخصیت سے محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کی ذات اور شخصیت کا موازنہ تو نہ کیا جاسکتا ہے اور ان دونوں شخصیات کو کنٹرول کیے جانے کے طریقہ کار میں بھی فرق ہے لیکن دونوں شخصیات میں جو قدر مشترک ہے وہ یہ ہے کہ ملک دشمن اندرونی اور بیرونی استحصالی قوتوں کی نظر میں وہ ان کے استحصالی ایجنڈہ کے تسلسل سے اسے جاری رکھنے کی راہ میں رکاوٹ تھیں۔ اس لیے ان کا انجام بھی ایک جیسا ہی ہوا۔

www.bhutto.org

باب نمبر6

1969ء سے 1977ء کے عرصہ میں بطور صدر پیپلز پارٹی پنجاب اور صوبائی کابینہ میں بطور سینئر منسٹر خود میرے ساتھ پارٹی اور حکومتی معاملات میں پیش آنے والے واقعات اور میرے مشاہدات کی تفصیل

1969ء سے مارچ/اپریل 1975ء تک جناب بھٹو کے میری ذات پر مکمل اعتماد اور خصوصی شفقت کا سلسلہ جاری رہا۔ اور اسی بنا پر انہوں نے مجھے ممبر سینٹرل کمیٹی پاکستان پیپلز پارٹی، صدر پیپلز پارٹی پنجاب اور صوبائی کابینہ میں سینئر وزیر کے مقام تک پہنچایا اور اسی اعتماد اور تعلق کی بنا پر میری جناب بھٹو کے ساتھ پارٹی کے اقتدار میں آنے سے قبل 70 کلفٹن کراچی میں اور فلیٹی ہوٹل لاہور میں اور اقتدار میں آنے کے بعد وزیر اعظم ہاؤس راولپنڈی اور گورنر ہاؤس لاہور میں وَن آن وَن میٹنگز بھی ہوتی تھیں۔

1973ء میں جب جناب بھٹو نے مجھے صدر پیپلز پارٹی پنجاب مقرر کیا تو خصوصی طور پر ایک دفعہ ملاقات میں انہوں نے مولانا کوثر نیازی، محمد حنیف رامے، نواب صادق قریشی، محمد خاں خاکوانی، بہاول پور سے علامہ رحمت اللہ ارشد اور چند دیگر شخصیات کی بیک گراؤنڈ (Back Ground) پر روشنی ڈالتے ہوئے مجھے آگاہ کیا چونکہ ان حضرات کے رابطے کہیں اور بھی رہے ہیں اور اب بھی ہوں گے اس لیے ان سے ڈیل کرتے وقت

احتیاط سے کام لیتے رہنا۔

میں نے بحیثیت صدر پیپلز پارٹی پنجاب نہ صرف ان کی رہنمائی اور ہدایات کی روشنی میں اس عرصہ میں پارٹی کی تنظیم نو مکمل کی (جس کی تفصیل باب نمبر 4 میں بیان کر دی گئی ہے) بلکہ میں نے یہ معمول بنا لیا تھا کہ ہر مہینہ پنجاب کے ضلعی صدر صاحبان کی پارٹی کے صوبائی دفتر میں میٹنگ بلاتا تھا اور اس میٹنگ میں پنجاب کے چیف منسٹر صاحب اور ان کی کیبنٹ کے ممبرز کو بھی شمولیت کی دعوت دی جاتی تھی۔ وزیر اعلیٰ صاحب اور میں برابر سامنے بیٹھتے اور ٹیبل کے ایک طرف ضلعی صدور اور دوسری طرف صوبائی وزراء صاحبان بیٹھتے تھے۔ ہر میٹنگ میں ہر ضلع کا صدر اپنے اپنے ضلع کے مسائل بیان کرتا اور ہر متعلقہ وزیر صاحب ان کو نوٹ کرتے تھے اور اگلے ماہ کی میٹنگ میں ان مسائل کے حل کے سلسلہ میں کی جانے والی پراگریس پر غور کیا جاتا تھا۔ اس طرح سے پارٹی اور حکومتی معاملات میں باہمی تعاون اور اشتراک سے صوبہ بھر میں لاء اینڈ آرڈر، معاشی و سماجی ترقی اور انتظامی مسائل کی مہم زور و شور سے جاری تھی۔ اس بارے میں اس وقت کے ضلعی صدور حضرات میں سے جو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے زندہ سلامت ہیں اور جناب غلام مصطفیٰ کھر اور اس وقت کی ان کی کیبنٹ کے ممبرز سے تصدیق کی جا سکتی ہے۔

انہی ایام میں میں نے پیپلز پارٹی کی سینٹرل کمیٹی کی ایک میٹنگ میں یہ تجویز پیش کی کہ اب ہمیں پارٹی میں باقاعدہ جمہوری طرز پر پہلے پارٹی کی ممبر شپ کا ریکارڈ یونین کونسل لیول سے ضلعی لیول تک تیار کرنا چاہیے اس کے بعد پارٹی کی نچلی یعنی یونین کونسل لیول سے لے کر صوبائی سطح یعنی صوبائی مجلس عاملہ تک کے مکمل طور پر جمہوری طرز پر خفیہ رائے شماری سے الیکشن کرا دینے چاہئیں۔ میں نے اس کی وجہ اور ضرورت کی وضاحت کرتے ہوئے عرض کیا کہ پارٹی کے حکومت میں آنے کے بعد اقتدار کے نشہ میں کافی ورکرز حتیٰ کہ پارٹی کے عہدیداران، ایم این اے اور ایم پی اے صاحبان بھی اپنی اوقات بھول گئے ہیں اور ان کے خلاف کرپشن اور ذاتی مفادات کی خاطر اپنے عہدہ اور منصب کو مس یوز (Miss

www.bhutto.org

Use) کرنے کی کافی شکایات موصول ہو رہی ہیں لہٰذا اس کا بہترین حل یہ ہے کہ پارٹی میں فیئر اینڈ فری الیکشن کرادیئے جائیں۔

جناب بھٹو نے نہ صرف میری اس تجویز سے اتفاق کیا اور اسے (Approve) منظور کیا۔ بلکہ مجھے اجازت دی کہ ہم اس کی ابتدا پنجاب سے کریں اور دوسرے صوبوں کے لیے رول ماڈل پیش کریں۔

جس پر میں نے جناب بھٹو کو اپنے پاس پہلے سے تیار کردہ پارٹی الیکشن کے بارے میں پروگرام سے آگاہ کیا کہ ہم پہلے پنجاب کے ہر ڈویژن کی سطح پر پارٹی ورکرز کے کنونشن منعقد کریں گے جن میں پارٹی الیکشن کی اہمیت' ضرورت اور طریقہ کار سے ان کو آگاہ کریں گے۔ اس کے بعد ایک ماہ کے اندر یونین کونسل کی سطح سے لے کر ضلع کی سطح تک پارٹی کی بنیادی رکنیت کا مستند ریکارڈ تیار کیا جائے گا جس کی ایک ایک کاپی پارٹی کے صوبائی اور مرکزی دفاتر کو بھی برائے ریکارڈ ارسال کی جائے گی۔ اس کے بعد یونین کونسل سے لے کر تحصیل' ضلع' ڈویژن اور صوبائی مجلس عاملہ تک کے الیکشن کرائے جائیں گے۔

مذکورہ بالا پروگرام کے مطابق میں نے پنجاب کے پانچوں ڈویژن میں کنونشنز منعقد کرنے کے شیڈول کا اعلان کیا اور پہلا کنونشن ہم نے بہاول پور ڈویژن کا بہاول پور شہر میں ڈرنگ سٹیڈیم میں منعقد کیا جو تین دن تک جاری رہنا تھا۔ اس کنونشن کے پہلے روز ہی میں اپنی افتتاحی تقریر کر رہا تھا کہ میرے پرائیویٹ سیکریٹری نے مجھے تقریر کے درمیان روک کر ضروری فون سننے کے لیے کہا۔ میں نے وہ فون سنا۔ وہ فون جناب مصطفیٰ کھر صاحب کا تھا جس میں انہوں نے مجھے فرمایا کہ آپ یہ کنونشن آج ہی ختم کر دیں اور واپس لاہور آجائیں باقی بات آپ کے لاہور آنے پر ہوگی۔ میں کنونشن کو Windup کر کے شام کو لاہور چلا آیا تو جناب مصطفیٰ کھر نے بتایا کہ خفیہ ایجنسیوں نے یا کسی خفیہ ہاتھ نے بھٹو صاحب کو کمزور کرنے یا حکومت سے ہٹانے کی خاطر ان کے مخلص ساتھیوں کے متعلق ان کو Miss Guide کرنا شروع کیا ہوا ہے اور ایسی ہی کوشش میں جناب بھٹو کو باور کرایا گیا ہے کہ

پنجاب میں غلام مصطفیٰ کھر اور محمد افضل وٹو مل کر اپنی ایک Paralel پارٹی بنا کر پنجاب میں پارٹی سیاست پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر میں بے حد حیران ہوا کہ بھٹو صاحب نے میرے متعلق ایسا کیوں سوچا۔ میں ابھی اس ذہنی کشمکش میں مبتلا ہی تھا کہ آیا میں جناب بھٹو سے ملاقات کا وقت لے کر ان سے اس بارے میں کوئی بات کروں یا نہ کروں کہ بھٹو صاحب نے کچھ عرصہ بعد پنجاب کی صوبائی کابینہ توڑ دی۔ اس کے اگلے دن رات قریباً 10/11 بجے جاوید الرحمٰن، میاں محمد اسلم یا راجہ منور میں سے کوئی دو حضرات میرے پاس تشریف لائے اور ایک کاغذ دیا جس پر 10 یا 11 ہدایات لکھی ہوئی تھیں جن میں خاص طور پر کچھ غلام مصطفیٰ کھر صاحب کے ساتھ آئندہ Dealing کے متعلق تھیں اور مجھے کہا گیا کہ اس پر دستخط کر دو تو آپ کو صبح پنجاب کا وزیر اعلیٰ نامزد کیا جائے گا کیونکہ آپ سینئر وزیر تھے اگر آپ اس پر دستخط نہیں کرتے تو ہمیں حکم ملا ہے کہ یہی تحریر جناب محمد حنیف رامے کو پیش کریں کیونکہ وہ اس پر دستخط کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کس نے بھیجا ہے۔ وہ کہنے لگے آپ کو اس سے کیا اگر آپ وزیر اعلیٰ پنجاب بننا چاہتے ہیں تو دستخط کر دیں ورنہ ہمیں جواب دیں۔ میں نے ان سے کہا کہ اگر آپ کو بھٹو صاحب نے بھیجا ہے تو وہ مجھے براہِ راست یہ سب کچھ کہہ سکتے ہیں یہ تحریر بھجوانے کی ان کو ضرورت نہ تھی اگر کسی اور نے بھیجا ہے تو میرا ان شرائط کے ساتھ وزیر اعلیٰ پنجاب بننا مشکل ہے جس کے بعد وہ چلے گئے اور اگلے روز جناب بھٹو نے محمد حنیف رامے کو وزیر اعلیٰ پنجاب نامزد کر دیا۔ اگلے روز رات کو کھر صاحب نے اپنی کوٹھی واقع گلبرگ میں اپنی سابقہ کیبنٹ کے جملہ اراکین کو کھانے پر مدعو کیا اور اس میٹنگ میں جناب کھر نے خواہش ظاہر کی کہ محمد حنیف رامے کی کیبنٹ میں حلف نہ اٹھایا جائے۔ اس میٹنگ میں میں نے اور ڈاکٹر عبدالخالق صاحب مرحوم نے جناب کھر صاحب کو گزارش کی کہ جب تک آپ خود اور ہم سب PPP کے ممبر ہیں اور بھٹو صاحب کو اپنا لیڈر اور پارٹی چیئرمین سمجھتے ہیں ہمارے لیے ان کا حکم ماننا ضروری ہے۔ بہر حال وہ میٹنگ بغیر کسی نتیجہ کے ختم ہوگئی۔ اگلے روز صبح بھٹو صاحب جو کہ اس روز گورنر ہاؤس لاہور

www.bhutto.org

میں موجود تھے نے مجھے گورنر ہاؤس میں بلایا۔ جناب بھٹو گورنر ہاؤس کے لان میں اکیلے موجود تھے۔ میں حاضر ہوا۔ بھٹو صاحب نے فرمایا کہ آپ نے رامے صاحب کی کیبنٹ میں بطور وزیر حلف اٹھانا ہے۔ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ سر! آپ کو یاد ہوگا ایک دفعہ آپ نے مجھے رامے صاھب کے متعلق کیا بتایا تھا اور کیا ہدایات دی تھیں۔ اس کے علاوہ پارٹی تنظیم کے سلسلہ میں جناب شیخ رشید کے ساتھ میرے اختلافات پیدا کرنے میں بھی جناب رامے کا بڑا رول تھا۔ آپ کی ہدایت کے مطابق میں نے شیخ رشید صاحب سے براہ راست رابطہ کر کے احسن طریقے اور خوش اسلوبی سے معاملات کو طے کر لیا اور آخر میں جب آپ نے غلام مصطفیٰ کھر کی کیبنٹ میں مجھے سینئر منسٹر بنایا تو جناب رامے شدید ناراض ہوئے تھے اور آپ نے ان کو منایا تھا۔ ان وجوہات کی بنا پر ان کے ساتھ چلنا مشکل ہوگا۔ اس کے باوجود اگر آپ حکم دیتے ہیں تو میں رامے صاحب کی کیبنٹ میں شامل ہو جاؤں گا۔

محمد حنیف رامے صاحب کی کابینہ کے حلف اٹھانے کے کچھ عرصہ بعد ہی پنجاب کی صوبائی مجلس عاملہ کا ماہوار اجلاس منعقد ہوا جس میں میں نے جناب محمد حنیف رامے وزیر اعلیٰ پنجاب اور ان کی کیبنٹ کے اراکین کو بھی حسب معمول شمولیت کی دعوت دی کیونکہ اس سے قبل جناب غلام مصطفیٰ کھر ہر میٹنگ میں اپنے وزراء کے ساتھ شامل ہوتے رہتے تھے۔ اس میٹنگ میں جناب رامے نے ریزولوشن Move کرایا جس میں غلام مصطفیٰ کھر کے متعلق کچھ اقدامات اٹھائے جانے کا ذکر تھا (نوٹ یہ وہی الزامات تھے جن پر جناب رامے نے وزیر اعلیٰ بننے سے قبل دستخط کیے تھے)۔ میں نے جناب رامے کی خدمت میں گزارش کی کہ چونکہ غلام مصطفیٰ کھر پارٹی کے فاؤنڈر ممبر، ممبر سینٹرل کمیٹی، سابق گورنر و سابق وزیر اعلیٰ ہیں لہٰذا اس معاملہ کو پارٹی کی سینٹرل کمیٹی کی میٹنگ میں اٹھانا چاہیے نہ کہ پنجاب کی مجلس عاملہ کی میٹنگ میں۔ اس طرح سے ہم پارٹی کو مختلف گروپوں میں یعنی رامے گروپ اور کھر گروپ میں تقسیم کر دیں گے جو پارٹی مفاد میں نہ ہے۔ لیکن اس کے

www.bhutto.org

باوجود جناب رامے نے اصرار کیا یہ ریزولوشن ضرور Move ہونا چاہیے جس پر باقاعدہ وہ ریزولوشن Move کیا گیا اور اس پر ووٹنگ ہوئی۔ ریزولوشن کے حق میں صرف دو ووٹ آئے اور 17 ووٹ ان کے خلاف آئے اس طرح سے وہ ریزولوشن پاس نہ کیا گیا۔ اگلے ہی روز جناب رامے نے جناب بھٹو کو خط لکھا کہ جب تک مسٹر وٹو پنجاب کا صدر ہے وہ صوبہ میں وزارت اعلیٰ نہیں چلا سکتے۔ یا ان کو صدر PPP پنجاب سے ہٹا دیا جائے یا مجھے وزیراعلیٰ پنجاب سے ہٹا دیا جائے۔ ان کے چند دن بعد بھٹو صاحب لاہور تشریف لائے اور گورنر ہاؤس میں مجھے بلایا اور رامے کا مذکورہ خط پڑھایا جس پر میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے تو آپ کو پہلے روز ہی گزارش کی تھی کہ رامے صاحب کے ساتھ میرا چلنا مشکل ہوگا۔ اب آپ جیسے حکم دیں میں تو نہ صرف پنجاب کی صدارت بلکہ رامے صاحب کی کیبنٹ سے ابھی استعفیٰ دینے کو تیار ہوں۔ جس پر بھٹو صاحب نے مجھے حکم دیا کہ آپ کیبنٹ میں شامل رہیں البتہ پنجاب کا صدر آپ کی جگہ جناب معراج خالد کو مقرر کر دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا جو آپ کا حکم مجھے تسلیم ہے۔ میں نے اس کے اگلے روز پارٹی کے صدر PPP پنجاب کا چارج جناب معراج خالد کے حوالے کر دیا۔ جنہوں نے پنجاب کی مجلس عاملہ اور پنجاب بھر کی ڈویژن، ضلع اور تحصیل تک کی تمام تنظیمیں بھی توڑ دیں۔ پنجاب کا سیکریٹری جنرل شیر محمد بھٹی کی جگہ سرگودھا سے خالد ٹوانہ MPA کو مقرر کر دیا گیا جس کے بعد پارٹی کی تشکیل نو پنجاب میں 1977ء تک نہ کی گئی اور جو پارٹی کی تنظیم نو 1973ء سے مئی 1974ء تک بڑی محنت سے میں نے مکمل کی تھی کا خاتمہ کر دیا گیا۔ جس کا ناقابل تلافی نقصان نہ صرف پارٹی کو بلکہ بھٹو صاحب کی ذات کو اٹھانا پڑا جیسا کہ بعد میں وقت نے ثابت کیا کہ بھٹو صاحب کے خلاف انقلاب اور پھر 1979ء میں تختہ دار پر لٹکانے کے باوجود ملک میں پتّا تک نہیں ہلا۔

رامے صاحب کی حکومت قائم ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہی لاہور میں نواب احمد خاں کے قتل کا واقعہ رونما ہوا جس کی FIR میں نامزد ملزم کے طور پر بھٹو صاحب کو شامل کیا گیا۔

www.bhutto.org

حیرت کی بات ہے کہ حکومت بھی مرکز اور صوبہ میں PPP کی تھی پنجاب میں گورنر اور وزیر اعلیٰ بھی PPP کا تھا اور ایک SHO نے ملک کے وزیر اعظم کے خلاف ایک عام آدمی کی طرف سے نامزد پرچہ درج کر دیا۔ اور مزید حیرت کی بات ہے کہ اس پر فوری تفتیش اور انکوائری کروا کر رپورٹ زیر دفعہ 173 ض ف بابت اخراج مقدمہ مرتب کر کے عدالت مجاز سے Approve کرانے کی کوشش کی بجائے اس FIR کو سیل کر کے محفوظ کر دیا گیا تا کہ بوقت ضرورت کام آئے جیسا کہ بعد میں 1977ء کے انقلاب کے بعد اس FIR پر جناب بھٹو کا ٹرائل اور انجام کار.......۔

یہ بات قابلِ غور ہے کہ رامے صاحب اس وقت چیف منسٹر پنجاب اور نواب صادق قریشی صاحب پنجاب کے گورنر تھے جن کے متعلق جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا کہ بھٹو صاحب کے کیا ریمارکس تھے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس وقت میں وزیر اعلیٰ ہوتا اور گورنر غلام مصطفیٰ کھر ہوتے یا ہماری جگہ کوئی بھی اور مخلص ممبر/ ورکر PPP ہوتا تو ایسا ہرگز نہ ہوتا۔

بہر حال جناب رامے کی حکومت پنجاب میں قریباً ایک سال رہی اور اس عرصہ میں نواب احمد کے قتل کے کیس کی FIR کے اندراج کے علاوہ پنجاب بھر میں تمام سطح کا بڑی مشکل سے تیار کیا گیا تنظیمی ڈھانچہ بھی بجائے اس کے کہ اس میں مزید بہتری کی جاتی سرے سے ختم ہی کر دیا گیا۔ اور ہر ماہ مجلس عاملہ پنجاب اور وزیر اعلیٰ پنجاب کی کیبنٹ کے ممبرز کی Joint میٹنگ کا بھی سلسلہ منقطع ہو گیا۔ پارٹی مختلف گروپوں مثلاً رامے گروپ، شیخ رشید گروپ، غلام مصطفیٰ کھر گروپ وغیرہ میں تقسیم ہو گئی۔ ایسے حالات میں وقت کا تقاضا تھا کہ اصلاح احوال کے لیے پنجاب میں کسی نہایت ہی سینئر، نظریاتی اور باہمت کارکن کو پنجاب کا وزیر اعلیٰ مقرر کیا جاتا۔ جناب بھٹو نے اچانک جناب محمد حنیف رامے کو چیف منسٹر پنجاب کے عہدے سے ہٹا کر ان کی جگہ نواب صادق قریشی صاحب کو وزیر اعلیٰ پنجاب مقرر کر دیا۔ میری رائے میں یہ فیصلہ خود جناب بھٹو اور پارٹی کی خودکشی کے مترادف تھا۔ اس

اعلان کے اگلے ہی روز میں نے صوبائی کیبنٹ کی تشکیل کا انتظار کیے بغیر سرکاری رہائش گاہ خالی کر دی اور اپنے گھر چلا گیا۔ نہ ہی میں نے خود جناب بھٹو سے کوئی رابطہ کیا اور نہ ہی انہوں نے مجھے بلایا۔ صادق قریشی صاحب کی کیبنٹ کی تشکیل کے قریباً ایک ڈیڑھ ماہ بعد میں نے بھٹو صاحب سے ملاقات کی درخواست کی اور گورنر ہاؤس لاہور میں میری ان سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے ان کو سب سے پہلے تو واضح کیا کہ میں آپ سے کوئی وزارت یا پارٹی میں کسی عہدے کی درخواست کے لیے حاضر نہیں ہوا بلکہ یہ معلوم کرنے کے لیے حاضر ہوں کہ آپ نے جناب صادق قریشی کو ایسے حالات میں پنجاب کا وزیراعلیٰ کیوں مقرر کیا ہے۔ میں نے ان سے مزید گزارش کی کہ یہ وہی نواب صاحب ہیں جنہوں نے 1970ء کے الیکشن سے قبل قادر پوراں کے پاس آپ کے قافلے کی تمام کاروں کے ٹائروں کی ہوا نکلوائی اور آپ لوگ مجبوراً دیگر ذرائع سے ملتان واپس گئے۔ اور نواب صادق قریشی صاحب کو اس کے باوجود آپ نے نہ صرف پارٹی میں شامل کیا بلکہ صوبائی کیبنٹ میں وزیر خوراک بنایا۔ چونکہ وہ اپنی بعض جسمانی کمزوریوں کی وجہ سے وزارت خوراک کا منصب احسن طریقے سے نہ چلا سکتے تھے اس لیے آپ نے فیصل آباد سے چودھری طالب صاحب کو خوراک کا محکمہ چلانے کے لیے ان کا مشیر مقرر کیا ہوا تھا۔ اور یہ کہ آپ نے خود ہی تو مجھے بتایا تھا کہ نواب صادق قریشی صاحب ان لوگوں میں شامل ہیں جو ایک نامعلوم بین الاقوامی طاقت کے آلہ کار ہیں۔ ان ساری باتوں کا علم ہوتے ہوئے بھی آپ نے ایسے وقت میں جبکہ ملک میں سیاسی ہلچل ہے۔ ملک میں امن وامان کی حالت بھی بہتر نہ ہے جناب صادق قریشی جیسے جسمانی طور پر معزور انسان کو پنجاب کا وزیراعلیٰ مقرر کر دیا ہے جو کہ وزارت خوراک کو تو چلانے کی صلاحیت نہ رکھتے ہیں۔ یہ تو دوسرے الفاظ میں خودکشی کے مترادف ہے۔ میری یہ ساری باتیں جناب بھٹو نے آرام سے سنیں اور اس کے بعد بھرائی ہوئی آواز میں جیسے کہ انسان کسی دباؤ میں ہوتا ہے' بھٹو صاحب نے فرمایا ''مسٹر وٹو آپ ٹھیک کہتے ہیں۔ مجھے یہی بات چائنا کے سفیر نے بھی کہی ہے لیکن میں مجبور ہوں''

www.bhutto.org

(نوٹ: میں خدا کو حاضر ناظر جان کر حلفاً یہ بات لکھ رہا ہوں کہ بھٹو صاحب نے لفظ بہ لفظ یہی کہا تھا)

اس کے بعد مزید بھٹو صاحب سے اس بارے میں کچھ کہنے کے لیے میرے پاس کچھ نہ تھا۔ میں حیران اور مایوس واپس چلا آیا۔

نواب صادق قریشی صاحب کی پنجاب میں حکومت کے دوران 1977ء کے الیکشن سے قبل تک آہستہ آہستہ یہ حالت ہوگئی کہ پارٹی کے تمام سینئر اور بنیادی کارکن اور بھٹو صاحب کے ساتھی یا ان کو چھوڑ چکے تھے یا ان کو بھٹو صاحب نے خود ہی ملکی اور بین الاقوامی ایجنسیوں کے مس گائیڈ کرنے پر اپنے سے دور کر چکے تھے۔ جن میں ڈاکٹر مبشر صاحب' معراج خالد' جے رحیم' معراج محمد خاں' غلام مصطفےٰ کھر' خاص طور پر جناب محمد حنیف رامے بھی جن کو خصوصی طور پر چیف منسٹر پنجاب کے منصب سے نوازا تھا' قابل ذکر ہیں اور ان کی جگہ ایوب خان کے دور حکومت کے ملک بھر کے جاگیردار اور وڈیرے بھٹو صاحب کے گرد اپنا حلقہ تنگ کر چکے تھے مثلاً خدا بخش بچہ' محمد حیات ٹمن' لغاری' مزاری اور ملتان کے گیلانی اور قریشی خاندان وغیرہ۔ اس کے علاوہ مرکزی سطح کے Intellegence کے تمام اداروں کے سربراہ خصوصاً بدنام زمانہ ایوب خان کے زمانہ کے سعید احمد خاں اور مسعود محمود جیسے بیوروکریٹس مکمل طور پر بھٹو صاحب پر حاوی ہو چکے تھے۔ جس کی میں ایک ذاتی مشاہدہ کی مثال دیتا ہوں۔

1974ء کے آخر یا 1975ء کے شروع کی بات ہے کہ ایک روز ایک خفیہ ادارے کے بہت بڑے افسر حاجی حبیب الرحمٰن سرکاری کوٹھی پر مجھے ملنے آئے اور مجھے بتایا کہ عموماً اسے وزیر اعظم ہاؤس سے جو بھی انکوائری سپرد کی جاتی ہے وہ اپنی دیانت دارانہ تفتیش اور انکوائری کر کے اوپر بھیج دیتے ہیں اور متعلقہ شخص یا لیڈر کو اس کی کان و کان خبر بھی نہیں ہونے دی جاتی لیکن آپ کے معاملے میں مجھے جو انکوائری سونپی گئی تھی وہ نہ صرف بے بنیاد اور غلط تھی بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ مثلاً آپ نے کافی رقبہ بنا لیا ہے۔ کافی بسیں بنالی

ہیں۔آپ زانی اور شرابی ہو چکے ہیں۔آپ نے اسلحہ لائسنسوں اور سرکاری ملازمتوں میں رشوت لی ہے وغیرہ وغیرہ۔ جناب حاجی حبیب الرحمٰن نے مزید فرمایا کہ مجھے حیرانی ہوئی کہ نہ صرف مذکورہ بالا الزامات قطعی طور پر بے بنیاد اور جھوٹے ہیں بلکہ میری انکوائری میں آپ نہایت ایماندار، محنتی اور بھٹو صاحب کے اور پارٹی کے مخلص کارکن ثابت ہوئے ہیں۔اس لیے میں نے اپنے اصول سے ہٹ کر صرف آپ کے اس کردار سے متاثر ہو کر آپ سے ملاقات کی ہے اور آپ کو اس بارے میں آگاہ کیا ہے۔

میں نے جناب حاجی حبیب الرحمٰن کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ جیسے نیک آفیسرز ہمارے ملک میں مزید پیدا فرمائے۔اس کے بعد کبھی میری دوبارہ حاجی حبیب الرحمٰن سے پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں کوئی ملاقات نہیں ہوئی۔

1977ء میں مارشل لاء لگنے پر جو آرمی ٹربیونل نے مجھے شوکاز نوٹس Serve کیا اس میں 100 فیصد وہی الزامات تھے جو حاجی حبیب الرحمٰن نے مجھے بتائے تھے۔میں بڑا حیران ہوا کہ حاجی حبیب الرحمٰن صاحب کو نہ ہی میں نے بلایا تھا اور نہ ہی اس کو مجبور کیا تھا کہ وہ مجھے ان الزامات کے متعلق بتائے۔اس نے خود مجھے آ کر ان کے متعلق بتایا اور یہ بھی بتایا کہ اپنی رپورٹ میں ان الزامات کو بے بنیاد اور جھوٹا قرار دے رہا ہے۔تو پھر یہ آرمی ٹربیونل نے مجھے انہی الزامات میں چارج شیٹ کیوں کیا ہے۔ٹربیونل کے ہیڈ نے مجھے بتایا کہ وزیراعظم ہاؤس میں موجود گرین بک سے آپ کے خلاف یہ الزامات ثابت ہوتے پائے گئے ہیں۔

انہی دنوں کچھ عرصہ بعد حاجی حبیب الرحمٰن صاحب پنجاب کے IG (انسپکٹر جنرل پولیس) مقرر ہوئے۔ مجھے بڑا غصہ تھا کہ حاجی صاحب نے مجھے کچھ کہا اور رپورٹ میرے خلاف کی۔میں نے فوراً حاجی صاحب کو فون کر کے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا۔عموماً ان ایام میں میں جب بھی کسی سابقہ سیکریٹری یا پولیس آفیسر کو فون کرتا تو وہ میرا فون Attend نہ کرتے تھے ان کے PA کہہ دیتے تھے کہ صاحب سیٹ پر نہ ہیں۔اس کے برعکس مجھے

حیرانی ہوئی کہ حاجی حبیب الرحمٰن صاحب نے نہ صرف میرے فون کو Attend کیا بلکہ اس سے قبل کہ میں ان سے ملنے کے لیے کہتا۔انہوں نے خود ہی مجھے ملنے کی دعوت دی۔ میں حسب وعدہ چلا گیا۔حاجی حبیب الرحمٰن صاحب نے بڑی پر تکلف چائے پلائی اور بتایا کہ وہ خود بھی مجھے مل کر اس وقت کے حالات بتانا چاہتے تھے لیکن مصروفیت اور مخصوص حالات کے پیش نظر ان دنوں وہ دوبارہ مجھ سے ملاقات نہ کر سکے۔ جناب حاجی حبیب الرحمٰن نے بتایا کہ انہوں نے اپنی رپورٹ سعید احمد خان کی خدمت میں پیش کی جس میں آپ کے خلاف جملہ الزامات کو بے بنیاد اور جھوٹا قرار دیا تھا۔لیکن سعید احمد خان نے کہا کہ ہمیں رپورٹ Positive چاہیے Negative نہیں۔جس پر حاجی صاحب نے بتایا کہ اس نے سعید احمد خان کو ایسی غلط رپورٹ مرتب کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا اور گذارش کی تھی کہ آپ یہ انکوائری کسی اور کے سپرد کر کے اس سے اپنی مرضی کی رپورٹ کرا لیں۔جس کے بعد انہوں نے ایسا ہی کیا۔حاجی حبیب الرحمٰن صاحب جو اس وقت آئی جی پنجاب تھے اگر اب اللہ کے کرم سے زندہ سلامت ہوں تو آپ ان سے اس بارے میں تصدیق کر سکتے ہیں۔اس مثال سے ہی آپ اندازہ لگا لیں کہ ملکی اور بین الاقوامی ایجنسیاں بھٹو صاحب کو کس قدر مس گائیڈ کر کے تنہا اور کمزور کر رہی تھیں کہ جب ان کی حکومت کو ختم کیا جائے تو ملک بھر میں معمولی سی بھی Ressistence یا مخالفت نہ ہو۔

1976-77ء کے عرصہ میں الیکشن سے کچھ عرصہ قبل جبکہ میں نہ صوبائی کیبنٹ کا ممبر تھا اور نہ ہی میرے پاس پارٹی کا کوئی عہدہ تھا۔ میں صرف صوبائی اسمبلی کا ممبر تھا اور Silent ورکر تھا۔ایک روز مرکزی خفیہ ادارے کے سربراہ سعید احمد خان شادمان کالونی لاہور میں میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ جناب بھٹو نے اسے آپ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ مسلم لیگ کے نائب صدر جناب میاں یٰسین وٹو کو پیپلز پارٹی میں شمولیت پر رضامند کروں اور میاں یٰسین وٹو صاحب کو بھٹو صاحب سے ملاقات پر بھی آمادہ کروں۔ بھٹو صاحب نے سعید احمد خان کو ایسا کوئی پیغام پہنچانے کا کہا تھا یا نہیں میرا ذاتی خیال ہے

www.bhutto.org

کہ یہ سعید احمد خان اور مرکزی ایجنسیوں کی کوشش تھی کہ چونکہ جنوبی پنجاب کے اضلاع بہاول نگر، ساہیوال، اوکاڑہ میں وٹو قوم اکثریت سے آباد ہے اس ایریا سے محمد افضل وٹو جیسے پارٹی کے نظریاتی اور مخلص کارکن کی بجائے ایوب خان کے دور کے سابق وزیر اور مسلم لیگ کے اہم رکن میاں یٰسین وٹو صاحب کو اس کی جگہ پارٹی میں فٹ کیا جائے۔ اس کے باوجود چونکہ میری نظر میں میاں یٰسین وٹو مرحوم ایک نہایت دیانت دار اور مخلص محبّ الوطن لیڈر تھے اس لیے میں نے یہ سوچتے ہوئے کہ کم از کم بھٹو صاحب کو کوئی تو بہتر مشورہ دینے والا ہونا چاہیے۔ میں نے میاں یٰسین صاحب سے دو یا تین دفعہ ملاقات کی اور تفصیل سے ملک کے سیاسی و معاشی حالات کا جائزہ لے کر میں نے ان کو Convince کیا کہ ملک میں اس وقت ملکی سطح کے قومی لیڈر کی حیثیت سے باوجود تمام تر مذکورہ بالا کمزوریوں کے بھٹو صاحب سے بہتر کوئی لیڈر نہ ہے اس لیے آپ بھٹو صاحب سے ملاقات بھی کریں اور ان کی پارٹی میں شمولیت بھی کریں۔ جس پر وہ کافی لیت و لعل کے بعد آمادہ ہو گئے اور گورنر ہاؤس لاہور میں میرے ساتھ جناب میاں یٰسین وٹو نے بھٹو صاحب سے ملاقات کی اور پیپلز پارٹی میں شمولیت بھی اختیار کی۔ جس کے نتیجے میں بھٹو صاحب نے ان کو قومی اسمبلی کی ٹکٹ بھی دی تھی اور پھر 1977ء میں مرکزی کیبنٹ میں وزیر بھی مقرر کیا۔

1977ء میں الیکشن سے قبل ملک کے سیاسی اور معاشی حالات مکمل طور پر ابتر ہو چکے تھے۔ مرکزی و صوبائی سطح پر پارٹی نیٹ ورک کا کوئی وجود نہ تھا۔ PNA کی تحریک پوری طرح زور پکڑ رہی تھی پنجاب میں جو PNA کی تحریک کا مرکز تھا نواب صادق قریشی صاحب جیسے نااہل لوگ ملکی و بین الاقوامی ایجنسیوں کے مکمل کنٹرول میں تھے۔ اس کے باوجود پاکستان کے غریب عوام کے دلوں میں جناب بھٹو سے دلی وابستگی اور محبت بدستور موجود تھی۔ اگر مؤثر پارٹی نیٹ ورک ہوتا اور پارٹی کی قومی و صوبائی اسمبلی کی ٹکٹیں سوچ سمجھ کر اہل اور عوام میں مقبول افراد کو دی جاتیں تو آسانی سے بغیر کسی دھاندلی کے الیکشن جیتا جا سکتا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے بھٹو صاحب اس وقت ایک تنہا ایسے کمزور درخت کی مانند ہو چکے

تھے جس کو تیز ہوا کا جھونکا زمین پر گرا سکتا ہے۔ اس لیے بھٹو صاحب کے گرد جاگیرداروں، وڈیروں اور ایجنسیوں نے پارٹی ٹکٹ اس قدر غلط اور نااہل افراد کو الاٹ کیں کہ جو اپنے حلقہ میں عوامی مقبولیت کے حامل نہ تھے۔ جنہوں نے چند اضلاع میں انتخابی دھاندلی بھی کی۔ جس کو بنیاد بنا کر PNA اور ملکی و بین الاقوامی ایجنسیوں نے بھٹو صاحب کی حکومت کے خلاف فوجی انقلاب کا راستہ ہموار کیا اور اس طرح سے جناب بھٹو کی نہ صرف حکومت کا خاتمہ کر دیا گیا بلکہ ان کو نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔

www.bhutto.org

باب نمبر7

1972ء سے 1977ء کے دور حکومت میں پیش آنے والے حالات و واقعات سے میں نے اپنے ذاتی تجربہ اور معلومات کی بنا پر جو نتائج اخذ کیے ان کی تفصیل

پاکستان میں کوئی نظر نہ آنے والی خفیہ ایسی طاقت موجود ہے جو کہ ملک بھر میں ہر سطح پر ہر شعبہ میں خواہ وہ سرکاری ہے یا غیر سرکاری اپنا اِن ڈائریکٹ (Indirect) کنٹرول قائم رکھنے کے لیے ہمہ وقت نظر رکھتی ہے۔ ہمارے ملک کے وزیراعظم، صوبائی وزرائے اعلیٰ، مرکز اور صوبائی سطح پر بعض اہم وزارتوں کے وزراء، آرمی اور جوڈیشری میں چیف صاحبان کا تقرر، مرکز اور صوبوں میں اہم بیوروکریٹس کا تقرر مثلاً چیف سیکریٹری، آئی جی حتیٰ کہ ملک بھر کے دیگر اہم تعلیمی اور معاشی ترقی کے اداروں کے سربراہان وغیرہ کے تقرر کے بارے میں بھی وہ نظر نہ آنے والی خفیہ قوت اثر انداز ہوتی ہے۔ جناب بھٹو کے ذاتی طور پر پاکستان میں اقتدار میں لائے جانے سے لے کر جناب بھٹو کے PPP کی تشکیل کے ابتدائی مرحلہ سے اس خفیہ طاقت سے تعلق رکھنے والے کچھ اہم افراد کو پارٹی میں شامل کیا جانا یا کروایا جانا۔ پارٹی کی حکومت قائم ہونے پر ایسے ہی افراد کو نہ صرف مزید شامل کیا گیا بلکہ ان کو مرکزی اور صوبائی سطح پر بڑے بڑے عہدوں پر تعینات کیا گیا یا کروایا گیا۔

خصوصاً 1974ء سے 1977ء کے عرصہ میں پنجاب جیسے اہم صوبہ میں گورنر اور چیف منسٹرز کا تقرر، ہائی کورٹ اور سپریم کورٹس میں کئی ججوں کو بائی پاس کر کے چیف صاحبان

کا تقرر، آرمی میں کئی جنرلوں کو سپرسیڈ کر کے جنرل ضیاء الحق کا آرمی چیف مقرر کیا جانا یا کروایا جانا اس کی واضح مثالیں ہیں جن کی تفصیل میں نے اس کتاب کے پہلے ابواب میں بیان کر دی ہے۔ ملاحظہ فرمالیں۔ اس بارے میں مزید ایک چھوٹی سی مثال پیش کرتا ہوں جو کہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بہت اہم ہے۔ میں نے دسمبر 1973ء میں یہ محسوس کرتے ہوئے کہ پارٹی پالیسیز، پارٹی منشور اور ملک کو درپیش سیاسی اور معاشی مسائل سے آگاہی کے لیے اور اس بارے میں لٹریچر اور دیگر تحقیقاتی کام (Research Work) کے لیے خصوصاً اس سلسلہ میں یونیورسٹیز، کالجز اور دیگر تعلیمی اداروں میں نصاب تعلیم میں بھی بہتری کے لیے کام کیا جائے اس سلسلہ میں اس وقت کے وزیر تعلیم جناب ڈاکٹر خالق سے رابطہ کیا اور پنجاب بھر سے نامور ماہرین تعلیم سیاسیات اور معاشیات کے شعبہ ہائے میں تجربہ رکھنے والے پروفیسر صاحبان پر مشتمل ایک Planning and Review Group تشکیل دیا اور اس میں پانچ اراکین کے نام تجویز کیے۔ جو کہ درج ذیل ہیں:

۱۔ پروفیسر اجمل خاں انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ یونیورسٹی پنجاب

۲۔ مسٹر یوسف گورایہ ڈائریکٹر علماء اکیڈمی اوقاف ڈیپارٹمنٹ

۳۔ پروفیسر اشفاق علی خاں ممبر سول سروسز ایلیٹ ٹریبونل لاہور

۴۔ پروفیسر محمد عثمان پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج

۵۔ پروفیسر احسان اللہ خاں انسٹیٹیوٹ آف ایجوکیشن اینڈ ریسرچ

اس کے بعد باقاعدہ اس گروپ کی تشکیل کے بارے میں جناب بھٹو صاحب کو خط لکھا جس میں اس گروپ کی تشکیل کے اغراض و مقاصد اور گروپ کے ممبران کی تفصیل درج کی گئی جس پر باقاعدہ مورخہ 25-12-75 کو جناب بھٹو نے تحریر فرمایا:

"I have no objection, you may set it up"

اور اس کے نیچے اپنے دستخط فرمائے۔ میرے اس لیٹر کی اصل کاپی اور جناب بھٹو کا اس کی مذکورہ بالا منظوری عطا کرنے کی فوٹو کاپی لف ہذا ہے۔ اصل میرے پاس محفوظ ہے۔

www.bhutto.org

ا)۔اس گروپ کے پروفیسر صاحبان خصوصاً پروفیسر محمد عثمان اور یوسف گورایہ وغیرہ نے مجھے اور ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو آگاہ کیا کہ پنجاب یونیورسٹی میں I.E.R ایک ایسا ڈیپارٹمنٹ ہے جس میں پنجاب بھر کے تعلیمی اداروں کے گریجوئیٹس کا Bio-data کمپیوٹر میں محفوظ کیا جاتا ہے اور نظام تعلیم کے متعلق دیگر معلومات کا بھی ریکارڈ مرتب کیا جاتا ہے۔اس ڈیپارٹمنٹ کا ہیڈ (جس کا اس وقت مجھے نام یاد نہیں ہے) انہوں نے بتایا کہ نہ صرف PPP کے خلاف کارروائیوں (Actavities) میں ملوث ہے بلکہ اس کا بیرون ملک کی بڑی یونیورسٹی سے بھی رابطہ ہے اور یونیورسٹی کا تعلیمی ریکارڈ اور Data اس بیرون ملک یونیورسٹی کو سپلائی کرتا ہے لہٰذا پنجاب یونیورسٹی کے I.E.R ڈیپارٹمنٹ کے اس ہیڈ کا تبدیل کیا جانا بہتر ہوگا۔ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر کو اس کے تبدیل کیے جانے کا حکم دیا۔جس پر وائس چانسلر نے اسے تبدیل کرنے اور اس کی جگہ نئے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ کی تعیناتی کے احکامات جاری کر دیئے۔ جب وہ نیا ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ چارج لینے گیا تو اس پہلے ہیڈ آف دی ڈیپارٹمنٹ نے چارج دینے سے انکار کر دیا۔اس کے اس انکار سے وائس چانسلر صاحب نے ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو آگاہ کیا۔ چونکہ پنجاب یونیورسٹی کے چانسلر اس وقت بحیثیت گورنر کے جناب غلام مصطفیٰ کھر تھے۔میں اور ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے کھر صاحب کو مل کر مذکورہ بالا ساری حقیقت سے آگاہ کیا۔جس پر جناب کھر صاحب نے اپنی زبان میں چند غصہ کے الفاظ بھی استعمال کیے اور وائس چانسلر کو حکم دیا کہ وہ ان کی طرف سے اسے فوراً چارج چھوڑنے کا حکم دے۔ دوسرے روز ان پروفیسر صاحبان نے مجھے اور ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کو آکر اطلاع دی کہ اس ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ نے کھر صاحب کے حکم کے باوجود چارج چھوڑنے سے انکار کر دیا ہے۔ میں اور ڈاکٹر عبدالخالق صاحب نے جناب کھر کو جا کر پھر سارا قصہ سنایا۔اس پر آپ حیران ہوں گے کہ جناب کھر کا جواب تھا کہ جناب بھٹو نے حکم دیا ہے کہ I.E.R ڈیپارٹمنٹ کے اس ہیڈ کو تبدیل نہ کیا جائے۔کھر صاحب زندہ سلامت ہیں اگر ان کو یاد ہو

تو بے شک آپ ان سے تصدیق کر سکتے ہیں یا پھر ان پروفیسر صاحبان یعنی یوسف گورایہ' پروفیسر محمد عثمان اور دیگر ممبرز پلاننگ گروپ میں سے جو جو حضرات بھی زندہ سلامت ہوں ان سے تصدیق کی جا سکتی ہے۔اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مذکورہ بالا نظر نہ آنے والی خفیہ طاقت ہمارے ملک کے حالات میں کس حد تک اثر انداز ہوتی ہے۔

۲)۔وزیر محنت کے بعد 1973-74ء میں مجھے وزیر ٹرانسپورٹ بنایا گیا۔صوبہ بھر میں خصوصاً پنجاب کے بڑے شہروں میں عوام کو سفری سہولت مہیا کرنے کے لیے کئی سو بس چیسیز کے درآمد (Import) کیے جانے کا پروگرام بنایا گیا۔پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ نے قریباً 1200 بس چیسیز کے لیے بین الاقوامی سطح پر Tender دیئے۔جنہیں برطانیہ کی بریڈ فورڈ' اٹلی کی فی ایٹ اور جاپان کی ہینو (HENO) کمپنیوں کے ساتھ ساتھ رومانیہ کی ایک کمپنی نے بھی ٹینڈرز میں حصہ لیا۔یورپ اور جاپان کی مذکورہ بالا کمپنیوں کے ریٹ فی چیسی ایک دو سو ڈالرز کی کمی بیشی سے ایک جیسے تھے یعنی گیارہ ہزار ڈالر سے بارہ ہزار ڈالر فی چیسی کے درمیان تھے اور رقم بھی ہم نے کیش ڈالروں میں ادا کرنا تھی۔اس کے برعکس رومانیہ کی کمپنی کی اسی سائز اور اسی کوالٹی کی بس چیسیز کی فی چیسی قیمت قریباً آٹھ ہزار اور کچھ سو ڈالر تھی۔اس کے علاوہ رمانیہ ایک سوشلسٹ ملک تھا اور اس کا پاکستان سے بارٹر ٹریڈ کا معاہدہ تھا۔اس لیے ہم نے رومانیہ کو ان 1200 بس چیسیز کی قیمت بھی کیش کی بجائے دس سال کے عرصہ میں بارٹر یعنی مال کے بدلے مال کی صورت میں ادا کرنا تھی۔

بورڈ کی میٹنگ میں جب مذکورہ کمپنیوں کے مذکورہ بالا ٹینڈرز پر غور کیا گیا تو مجھے بورڈ کے ممبرز خصوصاً جو بس چیسیز کے ٹیکنیکل ماہر تھے نے رائے دی کہ چونکہ آج تک پاکستان میں جتنی بھی بسیں یا بس چیسیز امپورٹ کی گئی ہیں' وہ یورپ یا جاپان ہی سے درآمد کی گئی ہیں اور آزمائی ہوئی ہیں اور کامیابی سے ہمارے ملک میں چل رہی ہیں۔اس کے برعکس رومانیہ سے اس سے پہلے کبھی کوئی بس یا بس چیسی درآمد نہیں کی گئی تھیں اور پتہ نہیں وہ کیسی ہوں ہمیں محض قیمت کم ہونے کی بنا پر رومانیہ کی بس چیسیز کے خریدنے کا Risk نہیں لینا

www.bhutto.org

چاہیے۔ مجھے چونکہ بسیں یا بس چیسیز کی خرید کا اس سے قبل کوئی تجربہ نہ تھا۔ ہم نے بورڈ کے ممبرز کی اکثریت کی رائے پر عمل کرتے ہوئے۔ رومانیہ کی کمپنی کی بس چیسیز خریدنے کی بجائے اٹلی کی (FIAT) فی ایٹ کمپنی کی چیسیز کا ٹینڈر منظور کر لیا اور ان سے 1200 بس چیسیز کے خریدنے کی آئندہ بورڈ کی میٹنگ میں منظوری دی جانی تھی کہ اس عرصہ میں اتفاق سے رومانیہ کے اس وقت کے صدر چاؤ سسکو (Chaosisco) پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے تھے تو رومانیہ کے صدر نے پنجاب میں لاہور کی وزٹ کے دوران گورنر ہاؤس لاہور میں اپنے اعزاز میں دیئے گئے ڈنر کے دوران جناب بھٹو سے شکوہ کیا کہ ہمارا آپ سے بارٹر ٹریڈ کا معاہدہ ہے۔ ہماری کمپنی نے آپ کے صوبہ پنجاب کے روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ کی طرف سے 1200 بس چیسیز خریدنے کے ٹینڈر میں حصہ لیا تھا اور نہ صرف ہماری کمپنی کی بس چیسیز کا معیار یورپ اور جاپان کی بس چیسیز سے کم نہ تھا کیونکہ ہمارے ملک کی 'رومان (ROMAN) کمپنی' فرانس اور جرمنی کی مشہور زمانہ 'سیویم' اور MAN کمپنیوں کے اشتراک سے وہ بس چیسیز تیار کرتی ہے جو دنیا کے بیشتر ملکوں میں کامیابی سے زیر استعمال ہیں بلکہ ہماری چیسیز کی قیمت بھی قریباً 4/5 ہزار ڈالر فی چیسی کم تھی اور اس کی ادائیگی بھی بارٹر ٹریڈ کے معاہدہ کے تحت مال کے بدلے مال کی صورت میں دس سال کے عرصہ میں کرنا تھی۔ جناب بھٹو نے جناب غلام مصطفےٰ کھر کو رومانیہ کے صدر کی مذکورہ شکایت سے آگاہ کیا اور اس کی وجہ معلوم کرنے کو کہا۔ جس پر میں نے جناب کھر صاحب کو بورڈ کے ممبرز کی مذکورہ بالا رائے سے آگاہ کیا جس کی بنا پر رومانیہ کی کمپنی کے ٹینڈر نامنظور کیے گئے۔ اور مزید گزارش کی کہ ہمیں اس متنازعہ معاملہ کی صرف رومانیہ کے صدر کی خواہش یا شکایت پر فوراً رومانیہ کی بس چیسیز کے ٹینڈر منظور کرنے کا فیصلہ نہیں کر دینا چاہیے۔ بہتر ہوگا کہ مرکزی حکومت سے اس شعبہ میں ماہر انجینئرز اور ہمارے روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ سے سینئر انجینئرز کی ایک ٹیم رومانیہ بھی جائے جو رومانیہ میں مذکورہ کمپنی کا دورہ کرے اور موقع پر تیار ہونے والی چیسیز اور ان کے اپنے ملک میں اور دیگر ملکوں میں ان کی کارکردگی کے ریکارڈ کا جائزہ لے

www.bhutto.org

کروا پس آ کر اپنی غیر جانبدارانہ رپورٹ پیش کرے جس کے بعد اس بارے میں حتمی فیصلہ کیا جائے تا کہ آئندہ اس فیصلہ پر کسی کو انگلی اٹھانے کی ہمت نہ ہو۔ کھر صاحب نے جناب بھٹو کو میری تجویز سے آگاہ کیا اور جناب بھٹو نے اس سے مکمل اتفاق کیا اور مزید حکم فرمایا کہ مذکورہ انجینئرز کی مجوزہ ٹیم کے سربراہ کے طور پر مسٹر وٹو وزیر ٹرانسپورٹ خود بھی رومانیہ جائیں جس کے نتیجہ میں جناب جے رحیم صاحب جو کہ اس وقت مرکزی وزیر صنعت تھے کے تجویز کردہ انجینئر جن کا نام شاید مسٹر سالار تھا اور پنجاب بورڈ کے انجینئر شاید ان کا نام سعید سرور تھا کے ساتھ میں نے رومانیہ کی مذکورہ کمپنی کا دورہ کیا۔ واقعی رومانیہ کی وہ کمپنی ہوائی جہاز سے لے کر مختلف میکس کی ہر طرح کی بھاری مشینری بشمول مختلف سائز کی بس چیسیز بھی تیار کر رہی تھی۔ پنجاب کے بورڈ نے جن 1200 بس چیسیز کا ٹینڈر دیا تھا ان میں زیادہ سے زیادہ 52 سیٹوں کی Capacity تھی۔ اور اس کے مطابق ہی ٹینڈر طلب کیے تھے۔ رومانیہ کی مذکورہ کمپنی میں تیار ہونے والی بس چیسیز میں ایسی چیسیز بھی تیار ہو رہی تھیں اور رومانیہ میں سڑکوں پر زیر استعمال بھی تھیں جن کی Capacity ‘72 سیٹیں اور 62 سیٹیں بھی تھی۔ میرے ساتھ موجود مذکورہ بالا انجینئرز نے رومانیہ کی مذکورہ فیکٹری میں تیار ہونے والی 72 سیٹوں اور 52 سیٹوں کی Capacity والی بس چیسیز کی بجائے 62 سیٹوں کی Capacity والی چیسیز کو پسند کیا اور طے کیا کہ ان کے بارے میں مزید تفصیل سے گفت و شنید کر کے ابتدائی معاہدہ طے کیا جائے جو کہ واپس جا کر پنجاب کے بورڈ اور باقاعدہ صوبائی کیبنٹ اور جناب بھٹو کے گوش گزار کر کے فائنل رائے اور منظوری کے بعد حتمی معاہدہ کیا جائے۔ مذکورہ کمپنی کے جو ہیڈ تھے یا وزیر تھے رومانیہ کے ان کا نام مسٹر تریکا ‘TRICA’ تھا۔ 80-70 سالہ نہایت بارعب شخصیت کے حامل بزرگ تھے۔ انہوں نے ہمیں مذکورہ کمپنی اور اس میں تیار ہونے والی مشینری کی تفصیل اور اہمیت کے علاوہ یہ بھی آگاہ کیا کہ نہ صرف ان کی بس چیسیز کا معیار اور کوالٹی کسی بھی یورپین اور جاپان کی کمپنی سے کم نہیں بلکہ اٹلی کی فی ایٹ کمپنی اکثر اوقات اپنے بین الاقوامی ٹینڈر میں سپلائی کیے جانے

والے ٹریکٹرز اور بس چیسیز ڈیمانڈ زیادہ ہونے کی وجہ سے ہماری اس کمپنی سے تیار کرواتی ہے اور مسٹر تریکا نے ہمیں وہاں فی ایٹ (FIAT) ٹریکٹر تیار ہوتے ہوئے بھی دکھائے۔ اور یہ بھی بتایا کہ ہماری یہ کمپنی عرصہ دراز سے جرمنی کی مشہور زمانہ 'MAN' اور فرانس کی مشہور زمانہ ''سیویم' کمپنیوں کے اشتراک اور جوائنٹ ونچر سے قائم ہے۔ اس کے بعد ان 62 سیٹوں کی Capacity والی بس چیسیز کی قیمت اور سپلائی کے طریقہ کار پر بات شروع ہوگی۔ طوالت سے بچنے کے لیے مختصراً یہ کہ مسٹر تریکا اور ہمارے مابین یہ طے ہوا کہ چونکہ رومانیہ اور پاکستان کے مابین قبل ازیں ہیوی مشینری یعنی بس چیسیز کا معاہدہ کبھی نہیں ہوا۔ رومانیہ کے لیے ایک نئی مارکیٹ اور پاکستان کے لیے ایک نئے تجربہ کے طور پر ہم ایک دوسرے کو خصوصی رعایت اور مراعات دے کر اس معاہدہ کی ابتداء کریں اور ہم نے تجویز پیش کی کہ اولاً ہم 1200 بس چیسیز کے معاہدہ کی بجائے صرف 200 بس چیسیز کا معاہدہ کریں گے اور ان 200 بس چیسیز کو پاکستان پہنچنے پر ان پر بس باڈیز تیار کر کے عرصہ چھ ماہ تک ان کا عملی طور پر روڈ ٹیسٹ لیں گے اور اس کے بعد باقی 1000 بس چیسیز کی سپلائی کا آرڈر دیں گے۔ اور مزید ہم نے گزارش کی کہ ان دوصد بس چیسیز کی قیمت یعنی خصوصی مہربانی کے طور پر مسٹر ترایکا وہی رکھیں جو انہوں نے ہمیں 52 سیٹوں کی Capacity والی بسوں کی بتا رکھی ہے۔

باقی 1000 بسیں چیسیز کے متعلق بعد میں آرڈر کے وقت قیمت میں مناسب ردو بدل کیا جائے گا۔ ہماری دونوں مذکورہ شرائط کو مسٹر تریکا نے قبول فرما لیا اور وجہ یہ بیان کی کہ ہم بھی ہر حالت میں چاہتے ہیں کہ پاکستان میں ہماری بھاری مشینری کی سپلائی کے لیے بریک تھرو کیا جائے لیکن چونکہ ہمارا ملک سوشلسٹ ملک ہے۔ ہمارے ملک میں یورپ اور جاپان کی کمپنیوں کی طرح متعلقہ حکومتی وزراء اور افسروں کو اور پرائیویٹ کمپنی کے متعلقہ عہدیداران کو بھاری کمیشن کا لالچ دے کر مارکیٹنگ کروانے اور کمیشن دینے کا کوئی سسٹم نہ ہے اس لیے ہماری قیمت بھی ان سے کم ہے جبکہ کمیشن شامل کرنے پر یورپ اور جاپان کی

www.bhutto.org

کمپنیوں کی قیمت زیادہ ہو جاتی ہے لیکن وہ کمیشن کے لالچ سے آپ کے ملک میں حکومتی اور پرائیویٹ اداروں کے متعلقہ افسران کو خریدنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں اور ہماری مشینری باوجود اس کے کہ کوالٹی میں ان سے کم نہ ہے اور قیمت میں بھی بڑا فرق ہے اور پھر ہم بارٹر ٹریڈ یعنی مال کے بدلے مال پر سپلائی کرتے ہیں اس کے باوجود یورپ اور جاپان کی کمپنیاں اپنے ٹینڈر منظور کروالیتی ہیں۔ لہٰذا ہم نے طے کیا ہے کہ جیسے تیسے بھی ہو ہم ممکن حد تک آپ سے تعاون کریں۔ مسٹر تریکا نے از خود ہمیں مزید ترغیب دینے کے لیے 200 بس چیسیز کے کچھ اضافی سامان بطور تحفہ بھی دینے کا اعلان کیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ بس چیسی میں فریم جس پر بس کی باڈی تیار ہوتی ہے اور انجن شامل ہوتا ہے۔ باقی سامنے کی ونڈ سکرین، ٹائر اور بیٹری وغیرہ شامل نہ ہوتی ہے۔ مسٹر تریکا نے ان 200 صد بس چیسیز کے ساتھ سامنے کی ونڈ سکرین، بیٹری سیٹ اور ٹائروں کا سیٹ بھی ہر چیسی کے ساتھ تحفہ کے طور پر دینے کا اعلان کیا تا کہ ہمارے ملک میں کسی سازش کے تحت ان چیسیز میں ناقص بیٹری سیٹ اور ناقص ٹائروں کے سیٹ لگا کر ان کی کارکردگی کو نقصان یا بدنام کرنے کی کوئی کوشش کامیاب نہ ہو سکے۔ ان مذکورہ بالا تینوں اضافی اشیاء یعنی ونڈ سکرین، بیٹری سیٹ اور ٹائروں کے سیٹ کی قیمت کم از کم 3 ہزار ڈالر سے کم نہ تھی اور اگر اس قیمت کو رومانیہ کی قریباً 8 ہزار کچھ ڈالر فی چیسیز سے منہا کیا جائے۔ تو یہ 200 بس چیسیز ہمیں صرف 5 ہزار اور کچھ سو ڈالر فی چیسی پڑتی تھی جبکہ یورپ اور جاپان کی بس چیسیز جو کہ تھی بھی صرف 52 سیٹوں والی Capacity کی قیمت قریباً 12000 ڈالر کے لگ بھگ تھی۔

مسٹر تریکا نے ہمیں یہ بھی آفر دی کہ وہ پاکستان کے ساتھ جوائنٹ وینچر پر یعنی باہمی اشتراک سے پاکستان میں ہر قسم کی بھاری مشینری تیار کرنے کا کارخانہ اور اس کے بارے میں مکمل ٹیکنالوجی بھی مہیا کرنے کو تیار ہیں۔ اس بارے میں اگر حکومت پاکستان آمادہ ہو تو وہ باقاعدہ گفت و شنید اور معاملات طے کرنے کے لیے اپنا وفد بھیجنے کو بھی تیار ہیں۔

مذکورہ بالا غیر حتمی معاہدہ طے کر کے ہم واپس پاکستان پہنچے تو اگلے ہی روز صبح میرے

www.bhutto.org

دفتر جانے سے قبل میری سرکاری رہائش گاہ پر کوٹھی کے گارڈ نے مجھے اطلاع دی کہ باہر گیٹ پر کوئی انگریز شخص آپ کو ملنے آیا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ اس کو ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ میں تیار ہو کر آتا ہوں۔ جب میں ڈرائنگ میں آیا تو وہاں موجود انگریز شخصیت نے اپنا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ وہ اٹلی کی فی ایٹ کمپنی کا کمرشل ہیڈ ہے اور کمپنی کی طرف سے آپ کے ساتھ خصوصی ڈیل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہے۔ حکومت پنجاب کا ٹرانسپورٹ بورڈ جس کے آپ ہیڈ ہیں جو 1200 بس چیسیز کی خرید کارومانیہ سے معاہدہ کر رہا ہے۔ اس بارے میں آپ کو کچھ گزارشات کرنی ہیں۔ میں نے کہا فرمایئے۔ آپ کیا تجویز کرتے ہیں۔ اگر آپ کی تجاویز رومانیہ کی ڈیل سے بہتر ہوں گی تو ضرور غور ہوگا۔

جس کے بعد مذکورہ حضرت نے فرمایا کہ مسٹر وٹو میں سب سے پہلے آپ کو یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ نہ صرف اٹلی میں بلکہ برطانیہ یورپ اور جاپان کی تمام ہیوی مشینری بنانے والی کمپنیاں اپنی تمام چھوٹی بڑی مشینری کی قیمت کے تعین کے وقت اس کمپنی کی طرف سے ان کی پیداوار کی بہتر مارکیٹنگ کے لیے کمیشن کی ایک خاص رقم کا بھی تعین کیا جاتا ہے اور وہ اس کمپنی کی ہر پیدا کی جانے والی مشینری کی قیمت فروخت میں شامل ہوتا ہے۔ اور یہ طریقہ کار پورے یورپ' امریکہ اور جاپان کی جملہ کمپنیوں میں رائج ہے اور پاکستان اور دیگر دنیا بھر کے ترقی پذیر ملکوں میں اس پر عمل کیا جاتا ہے۔ آپ کے ملک پاکستان میں آج تک جتنی بھی دفاعی' صنعتی' زرعی محکموں میں خواہ وہ سرکاری ہیں یا غیر سرکاری کبھی کوئی ایسی مشینری Import نہیں ہوئی ہے جس میں مذکورہ بالا کمیشن متعلقہ حکومتی عہدیداران یا پرائیویٹ اداروں کے متعلقہ افراد کو نہ دیا گیا ہو اور یہ کام اس قدر خفیہ اور صیغہ راز میں رکھا جاتا ہے کہ کسی کو کان و کان خبر بھی نہیں ہوتی اور یہ ایک بین الاقوامی کاروبار کا حصہ ہے۔ عام طور پر اسے برا بھی خیال نہ کیا جاتا ہے۔ اٹلی کی طرف سے ان 1200 بس چیسیز کے ٹینڈرز میں جو قیمت دی گئی ہے۔ اس میں 20 سے 25 فی صد مذکورہ بالا کمیشن بھی شامل ہے۔ اس میں سے 10 فیصد متعلقہ وزیر اور باقی رقم اس ادارے یا محکمہ کے متعلقہ بااثر افسران میں تقسیم کی

جاتی ہے۔ آپ کی مذکورہ بالا 10 فیصد کمیشن کی رقم آپ جس طریقے اور جس جگہ چاہیں وصول کر سکتے ہیں مکمل صیغہ راز میں رکھنے کی ہم گارنٹی دیں گے۔ آپ کے ساتھ وفد میں شامل دونوں دیگر ممبرز کے کمیشن کی رقم اور رومانیہ کے دورے کی ان سے رپورٹ تیار کروانا ہماری ذمہ داری ہوگی۔ آپ کو کچھ بھی نہیں کرنا ہوگا صرف ان کی پیش کردہ رپورٹ کو OK کر کے صوبائی کیبنٹ میں پیش کرنا ہوگا اور ساتھ ہی اس نے اپنے بیگ سے ایک چھوٹا سا پیکٹ نکال کر میز پر رکھتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کے لیے ایک چھوٹا سا ابتدائی تحفہ ہے قبول فرمائیں۔

قارئین کرام! آپ یقین کریں مذکورہ بالا تفصیل بالکل سچ اور حقیقت ہے اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہ ہے۔ میں اس شخص کی مذکورہ بالا نڈر اور بے باکانہ گفتگو سن کر حیران رہ گیا۔ میں نے اسے اپنے جواب میں یہ کہا ''جنٹلمین مجھے علم نہ ہے کہ پاکستان میں پہلے کیا ہوتا رہا ہے یا آئندہ کیا ہوگا لیکن میں کسی قیمت اور کسی صورت میں بھی ایسا کرنے کو تیار نہ ہوں۔ ہاں البتہ میں اس پر تیار ہوں کہ آپ اپنی کمپنی کی بس چیسیز کے ٹینڈرز میں دی گئی قیمت میں 25 فیصد کمی کر دیں تو میں اپنی صوبائی کیبنٹ کو بغیر کسی لالچ یا ذاتی مفاد کے آپ کی کمپنی کی بس چیسیز کے ٹینڈرز کو منظور کیے جانے کی سفارش کرنے کے لیے تیار ہوں۔ ورنہ آپ تشریف لے جائیں اور اپنا یہ تحفہ بھی ساتھ لے جائیں''۔ اس نے جواب دیا کہ مسٹر وٹو ہم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ ایسی صورت میں ہمیں اپنی مشینری کی دنیا بھر میں اس قدر یعنی 25 فیصد قیمت کم کرنی پڑے گی جو کہ ممکن نہ ہے۔ اس کے بعد وہ صاحب میری رہائش گاہ سے نہایت مایوسی اور غصہ کے عالم میں رخصت ہوئے۔

میں نے فوراً جناب مصطفیٰ کھر کو مذکورہ بالا ساری حقیقت سے آگاہ کیا اور اس کے بعد میرے ہمراہ وفد کے دونوں ممبرز کو بھی بلا کر ہدایت کی کہ وہ محتاط رہیں۔ مختصراً یہ کہ ہم نے رومانیہ کے دورے کی ایماندارانہ حقیقت حال کے مطابق رپورٹ کی جس کی باقاعدہ صوبائی کیبنٹ نے منظوری دی اور رومانیہ کے وفد کو بلا کر مذکورہ بالا شرائط کے مطابق ابتدائی طور پر

200 بس چیسیز رومانیہ سے خریدنے کا معاہدہ طے پا گیا۔ تمام معاہدہ کی تفصیل باقاعدہ پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ کے ریکارڈ میں اور اس عرصہ کی کیبنٹ میٹنگ کے ریکارڈ میں موجود ہے جس کی آسانی سے تصدیق کی جاسکتی ہے۔

ابھی مذکورہ معاہدہ کے تحت رومانیہ سے 200 بس چیسیز کراچی کی بندرگاہ پر پہنچی ہی نہ تھیں کہ مجھے ٹرانسپورٹ کے وزیر کے عہدے سے ہٹادیا گیا اور میری جگہ بریگیڈیئر صاحب درد صاحب کو پنجاب کا وزیر ٹرانسپورٹ بنادیا گیا۔ حالانکہ جناب کھر اور جناب ذوالفقار بھٹو کے حکم اور ہدایت پر وفد گیا اور پھر وفد کی رپورٹ اور اٹلی کی فرم کے کمرشل ہیڈ کے واقعہ کی مکمل تفصیل جناب کھر اور بھٹو صاحب کے نوٹس میں لائی گئی اور اس کے بعد رومانیہ سے معاہدہ طے پایا۔

ٹرانسپورٹ کا محکمہ مجھ سے لینے کے بعد جناب بریگیڈئیر صاحب داد کو نیا وزیر ٹرانسپورٹ بنانے کے بعد ہوا یہ کہ اس معاہدہ کو بجائے اس کے کہ کوئی فالو اَپ (Followup) کرنے اور ان 200 بس چیسیز پر جلدی سے جلدی بس باڈیز تیار کر کے عرصہ 6 ماہ میں ان کی پارفارمنس رپورٹ کے بعد باقی ایک ہزار بس چیسیز کے بارے میں رومانیہ سے معاہدہ کو اس کے منطقی انجام تک پہنچایا جاتا۔ وہ 200 بس چیسیز 1975ء تا 1977ء عرصہ ساڑھے تین سال تک رومانیہ سے آ کر کراچی پورٹ پر پڑی رہیں اور بریگیڈئیر صاحب داد وزیر ٹرانسپورٹ یا ان کے بعد 1977ء تک جب PPP کی حکومت ختم کی گئی۔ کسی بھی صوبائی وزیر ٔچیف منسٹر نے ان چیسیز کو پنجاب لاکر رومانیہ سے کیے گئے مذکورہ بالا معاہدے کو پائے تکمیل تک پہنانے کی زحمت نہ کی۔ اس عرصہ میں نہ صرف وہ معاہدہ خود بخود ہی ختم ہوگیا۔ بلکہ اس عرصہ ساڑھے تین سال میں کراچی پورٹ پر پڑے پڑے رومانیہ سے تحفہ میں دی گئی بیٹری سیٹ و ٹائر بالکل ہارڈ ہوکر ختم ہوگئے اس کے علاوہ بھی جتنے ان چیسیز کے دیگر ربڑ پارٹس تھے وہ بھی خراب ہوگئے اور ان 200 چیسیز کو زنگ شدہ حالت میں مارشل اتھارٹیز نے کراچی سے لاہور لاکر رومانیہ سے اور مقامی طور پر ان کے ربڑ

پارٹس arrange کر کے ان کو استعمال میں لایا گیا۔

مذکورہ بالا واقعہ کی تفصیل سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ

۱۔ پاکستان میں جتنی بھی چھوٹی بڑی مشینری خواہ وہ دفاعی، صنعتی، زرعی نوعیت کی سرکاری و نیم سرکاری اداروں کے لیے یا ملک بھر کے پرائیویٹ سیکٹر کے لیے یورپ، امریکہ اور جاپان کی بڑی بڑی متعلقہ کمپنیوں سے منگوائی جاتی ہے۔ وہ کمپنیاں بین الاقوامی سطح پر قیمت فروخت کا تعین کرتے وقت 20 سے 25 فیصد کمیشن کی رقم بھی اس میں شامل کرتی ہیں۔ جو کہ ملک بھر کے متعلقہ محکمہ یا ادارے کے سربراہ سے لے کر نچلی سطح تک کے تمام متعلقہ افراد میں تقسیم کی جاتی ہے۔ یہ ان کمپنیوں کی اپنی اپنی مشینری کی بہتر مارکیٹنگ کرنے کا بنیادی اصول ہے اور اس پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے اور مکمل طور پر راز داری سے کام لیا جاتا ہے اور پاکستان میں آج تک نہایت کامیابی کے ساتھ اور مؤثر طریقے سے جاری ہے۔ بیان کردہ مذکورہ بالا مثال کے علاوہ پاکستان میں ایسی ہزاروں مثالیں اور بھی موجود ہیں۔ جن سے ہمارے ملک کا میڈیا اور دانشور تو کجا بچہ بچہ آگاہ ہے۔

۲۔ ظاہری طور پر تو یہ کمیشن کا معاملہ ایک کمرشل یعنی کاروباری اور بہتر مارکیٹنگ کا طریقہ نظر آتا ہے لیکن درحقیقت یہ غیر ترقی یافتہ یا ترقی پذیر ملکوں خصوصاً پاکستان میں بڑے وسیع پیمانے پر لوگوں کو کمیشن خوری یا دوسرے الفاظ میں رشوت اور حرام خوری کا عادی بنا کر اپنے ساتھ شامل کر کے سپر پاورز یا نظر نہ آنے والی طاقت کے ہاتھ مضبوط کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ اس طرح سے ملک بھر کے سرکاری و غیر سرکاری شعبہ ہائے کے ہیڈ اور دیگر بااثر متعلقہ افسران کو اس کا عادی بنا کر ان کی اس کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کو اپنے بین الاقوامی استحصالی ایجنڈے کی تکمیل کے لیے تعاون پر آمادہ کیا جا سکے۔

۳۔ یورپ، امریکہ، جاپان اور دیگر ترقی یافتہ ملکوں کی تمام اس طرح کی بین الاقوامی کمپنیوں کا نہ صرف آپس میں باہمی ربط اور تعاون ہے بلکہ ان تمام کمپنیوں کو سپر پاورز خصوصاً نظر نہ آنے والی سپر طاقت بھرپور طریقے سے اپنے بین الاقوامی استحصالی ایجنڈے کی تکمیل

کے لیے استعمال کرتی ہے۔ پاکستان بھر میں جس ادارے یا محکمہ میں ان کے راستے میں کوئی رکاوٹ بنتا ہے تو اسے فوراً راستہ سے ہٹانے کا ایسا بندوبست کیا جاتا ہے کہ ملک کا وزیر اعظم' وزیر اعلیٰ یا دیگر کوئی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارہ یا شخصیت اس پر احتجاج کے بجائے اس کے فیصلوں پر عمل کرتے نظر آتے ہیں۔

۴۔ اس عمل کے نتیجہ میں پاکستان میں آہستہ آہستہ رشوت و حرام خوری اور وطن فروشی کا مرض اس قدر شدت اختیار کر گیا ہے کہ ملک کی مرکزی قیادت سے لے کر ملک کے نچلی سے نچلی سطح کے سرکاری ملازم تک اور پارلیمنٹ کے ارکان سے لے کر نچلی سے نچلی سطح کے سیاسی کارکن تک۔ پرائیویٹ شعبہ ہائے زندگی میں تاجر' مزدور' کسان' ڈاکٹر' ٹیچر غرضیکہ وطن پاک کا ہر فرد کسی نہ کسی شکل میں اس مرض کا شکار ہے اور آج کل ہمارے ملک کی سلامتی اور بقاء کو جو سنگین خطرات لاحق ہیں ان کی بھی سب سے بڑی وجہ یہی مرض ہے جو ہمارے لیے ایک لمحہ فکریہ ہے۔

۵۔ یہ تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سکندر مرزا سے لے کر پاکستان میں آج تک بشمول جناب ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کے جو بھی حکومت آئی یا لائی گئی ہے وہ اِن ڈائریکٹ رول (Indirect Rule) کے فلسفہ کے تحت وجود میں آئی ہے لیکن حیران کن بات یہ ہے کہ وہ خفیہ اور نظر نہ آنے والی قوت ایسا کرنے سے قبل ہمارے وزیر اعظم یا صدر یعنی جو بھی حکومت کا سربراہ مقرر کیا جاتا ہے کیا ایسا خفیہ معاہدہ کرتی ہے یا کیا ایسی کوئی تحریر یا گارنٹی لیتی ہے کہ وہ ہر حالت میں اس پر عمل کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ خواہ وہ اس لیڈر کی اپنی ذات کی بھی تباہی اور بربادی کا سبب کیوں نہ ہو۔ اور جس کسی لیڈر نے بھی ان کے ساتھ اس معاہدہ پر (In Letter and Spirit) حقیقی معنوں میں اس پر عمل نہ کیا یا اس سے جزوی یا مکمل طور پر انحراف کیا اس کا عبرت ناک انجام ہوا ہے اور جن لیڈروں نے ان کے ایجنڈے پر اور معاہدہ پر عمل کیا ہے ان کو طویل اقتدار کے مزے لوٹنے کے علاوہ ملکی دولت اور وسائل کو بے دریغ لوٹنے اور عیش و عشرت کی بھی کھلی چھٹی دی گئی۔ سکندر مرزا' ایوب

خاں، یحییٰ خان کے ادوار کی مثال آپ کے سامنے ہے۔ ایوب خان کے متعلق جناب بھٹو نے خود مجھے ایک ملاقات میں بتایا تھا کہ ایوب خان کے دور کے آخری ایام میں جب اس کے خلاف تحریک پورے زور پر تھی اور ایوب خان کو اسی خفیہ طاقت نے ملک کے صدر کی حیثیت سے مستعفی ہونے کو کہا تھا تو روس کے اس وقت کے وزیر خارجہ خفیہ دورے پر پاکستان آئے اور جناب ایوب خان کو ہر قسم کی روس کی طرف سے مدد کا یقین دلایا اور کہا کہ پوری رشین آرمی چند گھنٹوں میں پاکستان کے بارڈر پر ہوگی۔ آپ استعفیٰ نہ دیں اور اپنی حکومت قائم رکھیں۔ اگر روس کی حکومت کیوبا جیسے چھوٹے ملک جو امریکہ کی بغل میں بیٹھا ہے کو تحفظ دے سکتی ہے تو آپ کے ملک کو جو روس کا پڑوسی ہے تحفظ کیوں نہیں دے سکتی لیکن اس کے باوجود جنرل ایوب خان نے روس کے وزیر خارجہ کی اس پیشکش پر عمل کرنے سے انکار کر دیا اور خاموشی سے اقتدار جنرل یحییٰ خان کے حوالے کر دیا۔ اور باقی زندگی سکون سے ایک ریٹائرڈ فوجی جنرل کے طور پر گزاری۔ اس کے برعکس جناب جنرل ضیاء الحق اور جناب ذوالفقار علی بھٹو کا انجام آپ کے سامنے ہے کہ کس طرح سے جنرل ضیاء الحق اور ان کے ساتھی دیگر اہم فوجی جرنیلوں کو ہوائی حادثہ کا شکار کیا گیا۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو کو اس وقت کے امریکی وزیر خارجہ ہینری کیسنجر کے بقول کس طرح نشان عبرت بنایا گیا۔ حتیٰ کہ ان کے دونوں بیٹوں اور بیٹی تک کو ختم کر دیا گیا۔ اس کے بعد ماضی قریب میں کس طرح NRO کے معاہدوں کے تحت پرویز مشرف اور جناب زرداری کا دور حکومت بھی آپ کے سامنے ہے کہ کس طرح پرویز مشرف نے سعادت مندی سے اپنے دس سالہ دور حکومت میں مذکورہ بالا معاہدہ پر عمل کیا اور پھر خاموشی سے NRO کے تحت حکومت زرداری کے حوالے کی۔ اس کے بعد جناب زرداری نے اس معاہدہ پر کتنی سعادت مندی سے عمل کیا اور خود بھی پاکستان میں رشوت خوری، کرپشن اور بدانتظامی کی تمام حدیں پار کر دیں اور ملک کو سیاسی ابتری، معاشی بدحالی، دہشت گردی ایسے سنگین خطرات سے دوچار کر دیا۔ لیکن اس کے باوجود ان کو پورے پانچ سال ملک میں آرام سے حکومت کرنے اور بحیثیت صدر مکمل طور پر

www.bhutto.org

ملک کے سیاہ وسفید کا مالک بنائے رکھا اور اس کے خلاف ایوب خان کی طرح کی کوئی تحریک جو کہ معمولی قیمتوں میں اضافہ کی بنا پر شروع کی گئی اور جناب ذوالفقار علی بھٹو کے خلاف جیسی تحریک جو ملک میں جنرل الیکشن میں چند سیٹوں پر دھاندلی کا الزام لگا کر شروع کی۔ اس کے باوجود کہ جناب بھٹو نے PNA کی تمام شرائط تسلیم کر لی تھیں ان کے خلاف مارشل لگا دیا گیا۔ لیکن زرداری صاحب کے خلاف ایسی تحریک شروع کرنا یا مارشل لاء لگانا تو کجا معمولی قسم کا قومی سطح پر کوئی احتجاج تک کبھی نظر نہیں آیا۔

وطن پاک میں ماضی کی مذکورہ بالا تاریخ کا میں نے اپنی ذاتی معلومات کے مطابق ایماندارانہ جائزہ اس لیے پیش کیا ہے تاکہ قارئین کرام پاکستان میں حال ہی میں قائم ہونے والی نئی حکومت کا مذکورہ بالا تناظر سے جائزہ لیں اور آگے آگے دیکھیں کہ ہوتا ہے کیا۔

۶۔ خواہ صدارتی نظام حکومت ہو خواہ پارلیمانی نظام حکومت ہو۔ ہر آنے والی حکومت کا عہد حکومت چار یا پانچ سال کا ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے دو اڑھائی سال میں وہ حکومت اپنی پالیسیز' منصوبے تیار کرنے اور ان کے لیے فنڈز وسائل وغیرہ کا انتظام کرتی ہے اور دو اڑھائی سال میں ان پر پوری محنت اور لگن سے ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرتی ہے تاکہ اگلے الیکشن میں اپنے ملک کے عوام کے سامنے اپنی کارکردگی کی بنا پر جا سکے۔ اس عرصہ چار پانچ سال میں یورپ' امریکہ اور دیگر ترقی یافتہ ملکوں میں آئے دن مرکزی اور صوبائی حکومتوں اور وزارتوں میں ردوبدل نہیں کیا جاتا۔ اس عرصہ پانچ سال میں ہر متعلقہ وزیر کو اپنے اپنے محکمہ میں یکسوئی سے اس کی منصوبہ بندی اور اس پر عمل کا موقع دیا جاتا ہے۔ اس طرح سے ہر سیاسی پارٹی اور خصوصاً حکومتی پارٹی کے متعلقہ وزراء کو اپنے اپنے محکمہ میں اس کے اعلیٰ سرکاری افسران کی کارکردگی' ترقیاتی منصوبوں اور اس پر عمل درآمد کے سلسلہ میں پروگرامز سے پوری طرح آگاہی ہونے کی بنا پر اس محکمہ کو کامیابی سے چلانے کے لیے ان کی مہارت اور تجربہ میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ترقی پذیر یا

www.bhutto.org

پسماندہ ملکوں میں آئے دن مرکزی اور صوبائی سطح پر وقفے وقفے سے وزارتوں میں بھی تبدیلی کی جاتی رہتی ہیں اور اس طرح سے نہ ہی مرکز میں اور نہ ہی صوبہ میں کوئی وزیر کسی خاص محکمہ میں مسلسل یکسوئی سے مسلسل چار پانچ سال تک ترقی یافتہ ملکوں کی طرح کامیابی سے کام کا تجربہ حاصل کر سکتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ترقی پذیر اور پسماندہ ملکوں میں معاشی ترقی کی رفتار نہایت سست ہے اور ان کے سیاسی حالات بھی ابتر ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان ملکوں میں اور خصوصاً پاکستان میں ایسی تجربہ کار اور محبِّ الوطن سیاسی قیادت کا فقدان ہے۔ اس سلسلہ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر میں چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

ا۔ 1972ء سے 1975ء تک عرصہ چار سال میں حکومت پنجاب میں بطور صوبائی وزیر شامل رہا۔ اس عرصہ میں سب سے پہلے مجھے فروری 1972ء میں وزیر محنت بنایا گیا۔ نئی نئی PPP کی حکومت قائم ہوئی تھی۔ صوبہ بھر میں صنعتی لیبر اور فیکٹری مالکان میں عجیب قسم کی کشمکش اور صنعتی بحران تھا۔ میں نے دن رات ایک کر کے صوبہ کے ہر بڑے صنعتی شہر میں بڑی بڑی فیکٹریوں اور ان کے مالکان اور ان کی مزدور تنظیموں کی میٹنگز اور لیبر لاز میں اصلاحات کر کے علیحدہ لیبر کورٹس وغیرہ کا انتظام کر کے (جس کی تفصیل قبل ازیں دے دی گئی ہے) عرصہ قریباً سات آٹھ ماہ میں پنجاب میں کافی حد تک صنعتی امن بحال کرا دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ محکمہ اگلے تین سال تک بھی میرے پاس رہتا تا کہ میں مزید اس میں اصلاحات اور بہتری پیدا کر سکتا اور مجھے خود بحیثیت وزیر محنت اس محکمہ کا بہتر سے بہتر تجربہ حاصل ہوتا۔ ہاں البتہ اگر میں اپنے محکمہ میں صنعتی امن و امان قائم کرنے میں ناکام رہتا یا میرے کردار یا عمل کے متعلق کوئی شکایت ہوتی تو دوسری بات تھی۔ میری بطور وزیر محنت اس وقت کے پرانے مزدور رہنماؤں سے آپ دریافت کر سکتے ہیں۔ یا اس وقت کے لیبر ڈیپارٹمنٹ کے سینئر افسران سے آپ تصدیق کر سکتے ہیں۔ اس کے باوجود مجھ سے وہ محکمہ لے لیا گیا۔

۲۔ اس کے بعد ایکسائیز اینڈ ٹیکسیشن (Exise & Texation) کا محکمہ دیا

گیا۔ میں نے صوبہ بھر کے ہر ضلع کے ایکسائیز اینڈ ٹیکسیشن کے ضلعی ہیڈز کی میٹنگ بلائی اوران کوواضح کیا کہ میں چونکہ صوبہ پنجاب کی PPP کا صوبائی صدر بھی ہوں اور میں نے ہر ضلع اور تحصیل کے صدر اور سیکریٹری PPP کو ہدایات دے دی ہیں کہ وہ آپ کی شہرت اور کارکردگی کے متعلق مجھے رپورٹ دیں اس کے علاوہ بھی چونکہ میرے ہر سطح کے پارٹی ورکرز سے بھی رابطے ہیں۔ میں ان سے بھی آپ کے متعلق معلومات حاصل کروں گا۔اگر آپ کے خلاف کسی بھی قسم کی کرپشن کی کوئی شکایت موصول ہوئی تو سخت کارروائی ہوگی اور جوافسر ٹیکس کی کلیکشن میں پہلے سے زیادہ کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا اس کو ترقی دی جائے گی۔

آپ یقین کریں عرصہ 3 ماہ میں پنجاب میں ایکسائیز ڈیوٹی کی Collection میں بارہ کروڑ کا اضافہ ہوگیا اوراس کے بعدوہ محکمہ مجھ سے لے لیا گیا اور مجھے ٹرانسپورٹ کا محکمہ دے دیا گیا۔

۳۔ جب میں نے ٹرانسپورٹ کے محکمہ کا چارج لیا اس وقت پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ سالانہ 4 کروڑ روپے نقصان میں جا رہا تھا۔ میں نے پنجاب بھر کے بڑے بڑے شہروں میں سرکاری بس اسٹیشنز کے ڈسٹرکٹ مینیجرز کی میٹنگ بلائی اوران پر واضح کیا کہ ایک پرائیویٹ بس مالک آج اگر ایک بس خریدتا ہے تو دوسرے سال تک وہ اس سے اس قدر منافع حاصل کر لیتا ہے کہ وہ ایک اور بس بھی خرید لیتا ہے جبکہ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ چار کروڑ کے سالانہ نقصان میں جا رہی ہے۔ جس سے صاف ظاہر کرتا ہے کہ گورنمنٹ ٹرانسپورٹ میں کرپشن کی وجہ سے ایسا ہے۔ جو مینیجر خود اور اپنے ماتحت بسوں کے کنڈکٹرز، ڈرائیورز اور بسوں کی مرمت اور دیکھ بھال کی ورکشاپس میں کرپشن پر کنٹرول نہیں کر سکے گا اس کے لیے آج کے بعد محکمہ میں کوئی جگہ نہیں ہوگی۔ میں کسی صورت میں بھی اس سلسلہ میں کوئی سفارش، کسی بھی MNA، MPA یا دیگر بااثر شخصیت کے اثر کو خاطر میں نہیں لاؤں گا۔ ہر ایماندار اور محنتی ڈسٹرکٹ مینیجر کی بھرپور مدد کروں گا اور ان کو ترقی دی

www.bhutto.org

جائے گی۔

میں نے ہر ڈسٹرکٹ مینیجر کو اس کے کنٹرول میں بسوں کی کل تعداد اور ان بسوں کے روٹ کی لمبائی کے حساب سے کم سے کم فی کلومیٹر منافع کی حد مقرر کر کے ہر مہینے اس کی کل آمدہ کا تخمینہ لگا کر ایک حد مقرر کر دی کہ جو مینیجر ہر مہینہ اس حد تک کے Target سے زیادہ آمدہ حاصل کرے گا یا کم از کم اس حد تک آمدن حاصل کرے گا وہ ڈسٹرکٹ مینیجر رہے گا ورنہ اسے ہٹا دیا جائے گا۔ اس طرح سے روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ میں مزدور یونین لیڈرز سے میٹنگز کیں۔ ان کو احساس دلایا کہ اب ان کی اپنی عوامی حکومت آئی ہے وہ خود بھی کرپشن کے خلاف جہاد کریں اور محکمہ کے افسران میں سے بھی کوئی اگر اس جرم کا مرتکب ہو تو نشان دہی کریں۔

میرا یہ یقین ہے کہ اوپر سے وزیر یا اعلیٰ قیادت دل کی گہرائی سے تہیہ کر لے کہ وہ نہ صرف خود کرپشن نہیں کرے گا بلکہ اپنے کسی ماتحت کو بھی اس کی اس غلطی پر معافی نہیں دے گا تو نیچے کی سطح پر 50 فیصد کرپشن صرف اس عمل سے ہی کم ہو جائے گی۔ آپ یقین کریں یا نہ کریں میری ان کوششوں سے سال کے اختتام پر پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ بورڈ کا نہ صرف چار کروڑ کا خسارہ پورا ہو گیا بلکہ ایک کروڑ روپے کی بچت بھی ہوئی۔

اس کے علاوہ اسی دوران رومانیہ کی 1200 بس چیسیز کے خریدنے کا واقعہ بھی پیش آیا جس کی میں اس سے پچھلے باب میں تفصیل بیان کر چکا ہوں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہر محکمہ کم از کم بقیہ مدت تک یعنی اگلے دو سال تک میرے ہی پاس رہنے دیا جاتا تا کہ میں اس محکمہ میں جاری کی گئی مذکورہ بالا اصلاحات اور منصوبہ جات کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتا اور مجھے خود کو مزید اس محکمہ کے مسائل کو سمجھنے اور ان کے بہتر حل کا تجربہ حاصل ہوتا۔ یہ محکمہ بھی مجھ سے لے لیا گیا اور مجھے محکمہ آب پاشی و بجلی دے دیا گیا۔

۴۔ میں نے بطور وزیر آب پاشی اور بجلی (Irigation & Power) کا چارج لینے کے بعد محکمہ میں ماضی کے چند سالوں میں حکومت کی طرف سے مختص کی گئی ترقیاتی

کاموں کے لیے رقم کے استعمال کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ سالانہ بجٹ میں قریباً دو سے تین ارب روپے پنجاب میں دریاؤں میں پہلے سے موجود حفاظتی بندوں کی مرمت اور دیکھ بھال' نہروں اور سڑکوں کی مرمت اور دیکھ بھال اور دیگر اسی طرح کے محکمہ آب پاشی کے ترقیاتی کاموں کے لیے وقف کی جاتی ہے۔ محکمہ ہی کے چند نچلی سطح کے یعنی اوورسیئر اور ضلع دار لیول کے نہایت ہی ایماندار افسران نے مجھ سے ملاقات کا وقت لے کر مجھے بتایا کہ محکمہ میں کس طرح پہلے تو بجٹ کی تیاری کے وقت ہر ترقیاتی منصوبہ کی لاگت کے تخمینہ میں کم از کم 30/35 فیصد رقم زیادہ لگائی جاتی ہے جو کہ محکمہ کے افسران نے بطور کمیشن ٹھیکیدار سے وصول کرنی ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس کل رقم کا ہر منصوبہ کے موقع پر تکمیل میں صرف 50 فیصد سے بھی کم استعمال ہوتا ہے باقی رقم محکمہ میں اوپر سے لے کر نیچے تک خورد برد کر لی جاتی ہے۔ ناقص میٹریل لگایا جاتا ہے یا بعض منصوبے یعنی بندوں کی مرمت اور نہروں کے پشتوں وغیرہ پر کام ہی نہیں کیا جاتا اور کاغذوں میں ان کی تکمیل درج کر کے رقم خورد برد کر لی جاتی ہے۔

(نوٹ: یہاں میں یہ ذکر کرتا چلوں کہ پہلی حکومتوں کے دور میں اس قدر نچلی سطح کے اوورسیئر یا ضلع دار لیول کے ملازمین کو وزیر سے ملنا تو کجا اس کو اس طرح کے حالات سے آگاہ کرنا تقریباً ناممکن تھا۔ عوامی حکومت کے قیام سے ان ملازمین کو بھی ہمت پیدا ہوئی اور میں نے بھی ہر خاص و عام کو آسانی سے ملاقات کا موقع دیا۔ اس لیے ان ملازمین نے مجھ سے رابطہ کر کے اصل حقیقت حال سے آگاہ کیا)

میں نے حسب معمول دیگر مذکورہ بالا محکموں کی طرح محکمہ آب پاشی و بجلی پنجاب کے پانچوں ڈویژنز کے چیف انجینئرز صاحبان کو لاہور طلب کیا اور ان کے ساتھ میٹنگ میں ان پر واضح کیا کہ نہ میں خود ایک روپیہ بھی بجٹ کی رقم سے لوں گا اور نہ ہی میں چاہتا ہوں کہ آپ میں سے کوئی اس رقم سے کسی طرح کا کمیشن یا دیگر کسی بھی صورت میں براہِ راست یا بالواسطہ کوئی حصہ وصول کرے اور ان کو ہدایت کی کہ وہ فوراً اپنے اپنے ڈویژن میں جا کر S.E اور

XEN صاحبان کی میٹنگ طلب کر کے میرا یہ پیغام پہنچائیں اور ان کو ہدایت کریں کہ ان کے حلقہ میں ترقیاتی کاموں کے لیے وقف کی گئی رقم ایمانداری سے بغیر کسی کمیشن کے لالچ یا ذاتی فائدہ کے حقیقی معنوں میں استعمال میں لائی جائے۔ کیونکہ PPP کے ہر متعلقہ ضلع کے صدر/سیکریٹری و دیگر کارکن ان کی پرفارمنس کا خفیہ جائزہ لے کر صوبائی وزیر آبپاشی کو آگاہ بھی کریں گے۔ کیونکہ وہ خود PPP پنجاب کے صدر بھی ہیں۔ آپ یقین کریں کہ میرے اس طریقہ کار سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ اس سال محکمہ آب پاشی کے لیے مختص کی گئی رقم جو کہ تقریباً ساڑھے تین ارب روپے تھی سے نہ صرف ہم نے تمام مجوزہ ترقیاتی منصوبوں کی حقیقی معنوں میں تکمیل کی بلکہ اس رقم سے قریباً ایک ارب سے زیادہ رقم بچا بھی لی۔ یہ نتیجہ ہمیں صرف میری طرف سے محکمہ کے اوپر سے نیچے تک کے افسران کو یہ باور کرانے سے حاصل ہوا کہ نہ میں خود ایسا عمل کروں گا اور نہ ہی محکمہ کے کسی افسر کو ایسا عمل کرنے پر بخشا جائے گا حالانکہ میں نے نہ ہی کسی بھی ضلع کے صدر یا سیکریٹری PPP کو استعمال کیا اور نہ کسی قسم کا دباؤ محکمہ کے کسی بھی افسر پر ڈالا۔ البتہ بڑے Extensive دوسرے کیے اور تقریباً ہر ضلع اور ڈویژن میں اکثر ترقیاتی کاموں کا موقع پر جائزہ لیا جس کا قبل ازیں کوئی تصور ہی نہ تھا۔

75-1974ء میں جب میں وزیر آبپاشی و بجلی تھا صوبوں کے مابین دریاؤں کے پانی اور بجلی کی تقسیم کا مسئلہ بھی زیر غور تھا اور سلسلہ میں بین الصوبائی رابطہ کمیٹی جس کے ہیڈ جناب حفیظ پیرزادہ تھے نے چاروں صوبوں کے وزرائے اعلیٰ اور محکمہ آبپاشی و بجلی کے صوبائی وزراء کو بھی میٹنگ میں طلب کیا۔ جو کہ کراچی میں منعقد ہوئی۔ (سندھ کے اس وقت کے صوبائی وزیر اعلیٰ جناب غلام مصطفیٰ جتوئی بھی شامل ہوئے)۔ جناب محمد حنیف رامے اس وقت پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے۔ انہوں نے خود بعض مصروفیات کی وجہ سے یا بعض نامعلوم وجوہات کی بنا پر اس میٹنگ میں شرکت سے معذرت کر لی اور پنجاب کی طرف سے صرف میں نے اور سیکریٹری محکمہ آبپاشی و بجلی نے شرکت کی۔ اس شرکت سے قبل

www.bhutto.org

اس وقت کے پنجاب کے محکمہ آبپاشی کے سیکریٹری جناب ایوب شاہ تھے جو بڑے لائق اور منجھے ہوئے انجینئر تھے۔ انہوں نے دیگر ماتحت سینئر افسران کے ساتھ مجھے کراچی جانے سے پہلے بریف کیا اور مکمل فیکٹس اینڈ فگرز (Facts and Figgers) کے ساتھ پوری تیاری کرائی۔ جس کے نتیجے میں کراچی کی اس میٹنگ میں میں نے واپڈا کے محکمہ کی مکمل تفصیل مثلاً بجلی پیدا کرنے کے منصوبہ جات کی تیاری۔ ان کی عملی طور پر تعمیر/تکمیل اور اس کے بعد بجلی کی صوبوں میں تقسیم پر روشنی ڈالنے کے بعد ممبرز کو قائل کیا کہ واپڈا اس وقت اتنا بڑا سفید ہاتھی بن چکا ہے کہ اس کا کنٹرول واپڈا کے بس کی بات نہیں رہی۔ لائین لاسز کے علاوہ بجلی کی چوری اور واپڈا کے ملازمین خصوصاً نچلی سطح کے ملازمین میں کرپشن انتہا کو پہنچ چکی۔ اس لیے ضروری ہے کہ واپڈا کے پاس صرف بجلی پیدا کرنے کی منصوبہ بندی اور ان منصوبہ جات کی تکمیل کا کام رکھا جائے اور ہر صوبہ کی آبادی اور اس کی صنعتی و زرعی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے ملک بھر کی بجلی کی پیداوار سے حصہ کا تعین کر کے ہر صوبہ کو ایک یا ایک سے زیادہ مخصوص مقامات پر اس کے حصہ کی بجلی فراہم کر دی جائے۔ اس کے بعد اپنے صوبہ میں اس کی تقسیم اور طریقہ استعمال کے متعلق ہر صوبہ خود انتظام کرے۔ اور اپنی بہتر سے بہتر کارکردگی کی بنیاد پر لائین لاسز' بجلی چوری اور محکمہ کے عملہ میں رشوت خوری جیسی خرابیوں کو دور کر کے بجلی کی کمی پر قابو پائے۔ جو صوبہ جس قدر بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرے گا وہ اس مقصد میں کامیاب رہے گا اور جو صوبہ ایسا نہیں کرے گا اس کا صرف اسی کو ہی نقصان ہوگا اور اس کی صوبائی حکومت کو عوام کا سامنا کرنا پڑے گا' دوسرے صوبوں کو اس کی سزا نہ ملے گی۔

اس طریقہ کار سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ ایک طرف واپڈا پوری یکسوئی سے صرف بجلی پیدا کرنے کے وسائل اور ان کی منصوبہ بندی کے بعد ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے پر اپنی توجہ مرکوز کر سکے گا اور وطن پاک میں بروقت حالات اور ضرورت کے مطابق بجلی کی پیداوار میں اضافہ کیا جاتا رہے گا۔ دوسری طرف ہر صوبہ اپنے حصہ کی بجلی کے استعمال اور اس کی تقسیم

www.bhutto.org

میں پوری توجہ اور کوشش سے واپڈا کی پیدا کی ہوئی بجلی کا بہتر سے بہتر استعمال عمل میں لاسکے گا۔

مختصراً میری مذکورہ بالا تجاویز کی کمیٹی نے متفقہ طور پر منظوری دے دی اور آئندہ بجلی کی تقسیم کا مکمل طور پر اختیار صوبوں کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر دیا۔ اس کی تصدیق اس وقت کی کمیٹی کی میٹنگ کے ریکارڈ اور حفیظ پیرزادہ صاحب سے کی جاسکتی ہے۔ اب اس فیصلہ پر عمل درآمد کرنے کے لیے کسی لمبے چوڑے انتظام کی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ بجلی کی تقسیم کے لیے ملک بھر میں ٹرانسمیشن لائنیں تو پہلے سے محلّہ اور گلی کی سطح تک بھی موجود تھیں اور بجلی کی تقسیم اور بجلی کے بلز کے اجراء اور وصولی کا نظام اور عملہ بھی پہلے سے موجود تھا۔ صرف ہر صوبہ کو اپنے اپنے حصہ کی بجلی واپڈا سے وصولی کے لیے جگہ یا مقام کا تعین کرنا اور ہر صوبہ کو اپنے اپنے صوبہ میں ایک مکمل طور پر علیحدہ بجلی کا محکمہ قائم کرنا تھا جس کا باقاعدہ صوبائی سیکریٹری اور عملہ مقرر کرنا تھا جو چند ماہ کی قلیل مدت میں کیا جاسکتا تھا۔ لیکن نامعلوم وجوہات کی بنا پر پنجاب کے وزیراعلیٰ جناب محمد حنیف رامے نے جناب بھٹو کو خط لکھ دیا کہ فی الحال حکومت پنجاب اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ بجلی کی تقسیم کا کام کامیابی سے چلا سکے۔ اس لیے فی الحال صوبوں کو بجلی کی تقسیم کا منصوبہ ملتوی کر دیا جائے۔ جس کی تصدیق مرکزی حکومت' چیف منسٹر پنجاب کے اس وقت کے ریکارڈ اور واپڈا کے دفتر سے آسانی سے کی جا سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت کے محکمہ آبپاشی و بجلی کے صوبائی سیکریٹری جناب ایوب شاہ اگر وہ زندہ حیات ہوں تو ان سے بھی کی جاسکتی ہے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ جناب رامے نے ایسا کیوں کیا یا ان سے کس نے ایسا کروایا تھا جس خفیہ طاقت نے نواب احمد خاں کے قتل کی by name نامزد ملزم کے طور پر FIR جناب بھٹو کے خلاف درج کرائی جو کہ اس وقت کے ملک کے وزیراعظم تھے اور صوبہ پنجاب کے گورنر اور وزیراعلیٰ بھی ان کی اپنی پارٹی سے تھے۔ عام طور پر کسی بڑے جاگیردار' وڈیرے یا بااثر شخصیت کے خلاف کسی بھی تھانہ کا SHO آسانی سے مقدمہ/ FIR درج نہیں کرتا اور پھر فرض کریں ایسا ہو بھی گیا تھا

www.bhutto.org

تو اس پر انکوائری/تفتیش کروا کر ضابطہ فوجداری کی دفعہ 173 ص ف کے تحت مجاز عدالت سے اس FIR کو خارج کرا دیا جاتا ایسا بھی نہ کرایا گیا اور اس مقدمہ کو سیل کر کے محفوظ کر دیا گیا تا کہ مذکورہ بالا خفیہ قوت اسے بوقت ضرورت جناب بھٹو کے خلاف استعمال میں لا سکے۔ میرے خیال میں اسی خفیہ طاقت نے جناب رامے سے یہ خط لکھوایا۔

بہر حال جناب رامے کے اس انکار سے واپڈا سے بجلی کی تقسیم کے نظام کو لے کر صوبوں کو دینے کے اس بنیادی اہمیت کے مذکورہ بالا فیصلہ کو کچھ عرصہ کے لیے ملتوی کرنے کے بہانے ایسا ملتوی کر دیا گیا کہ وہ دن اور آج کا دن عرصہ 40-35 سال گزرنے کے باوجود اس پر حقیقی معنوں میں عمل درآمد نہ کیا گیا ہے۔

محکمہ آبپاشی میں عرصہ ایک سال میں صوبائی بجٹ میں رکھی گئی ترقیاتی منصوبہ جات کے لیے رقم کے بہترین استعمال کے ساتھ میری وزارت کے عرصہ میں نہ صرف جملہ منصوبہ جات کی بروقت حقیقی معنوں میں تکمیل کی گئی بلکہ بجٹ میں ان منصوبہ جات کے لیے رکھی گئی رقم سے قریباً ایک ارب روپے کی بچت کی گئی۔ اور باہمی مفادات کی بین الصوبائی کمیٹی کی میٹنگ میں مؤثر طور پر حکومت پنجاب کی نمائندگی کر کے واپڈا کی بجلی کے تقسیم کے مذکورہ بالا فیصلہ کہ واپڈا سے بجلی کی تقسیم کا کام لے کر صوبوں کو دے دیا جائے' کی منظوری حاصل کی۔ جس کے نتیجہ میں کچھ عرصہ بعد ہی مجھ سے نہ صرف یہ محکمہ ہی لے لیا گیا بلکہ آئندہ حکومت پنجاب میں جو جناب صادق قریشی کی سربراہی میں کیبنٹ قائم ہوئی مجھے مکمل طور پر فارغ کر دیا گیا۔

میرے ساتھ ذاتی طور پر پیش آنے والے مذکورہ بالا حالات اور اس عرصہ میں حکومت میں بطور صوبائی وزیر اور صوبائی صدر PPP کام کرنے کے دوران صوبائی اور مرکزی حکومت میں اور دیگر حالات بھی جو میرے مشاہدہ میں آئے کی بنا پر میرا یہ یقین ہے کہ پاکستان میں ہر وہ منصوبہ یا پروگرام جو پاکستان میں ملکی ترقی اور فلاح و بہبود کا سبب بنے۔ اس کو ختم یا ناکام کرایا جاتا ہے۔ وہ پارٹی' لیڈر شپ' کوئی شخصیت یا کوئی بھی بیوروکریٹ جو

www.bhutto.org

وطن پاک کی سیاسی، معاشی و معاشرتی اور فلاح و بہبود کے لیے کوشاں ہو یا سبب بن رہا ہو تو اسے پہلے تو ہر ممکن طریقے سے مالی مفادات یا عہدے کا لالچ دے کر ہم خیال بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اگر وہ اس طرح سے بھی قابو میں نہ آئے تو اسے اس عہدہ یا منصب سے ہٹایا اور کھڈے لائین لگایا جاتا ہے۔ اگر اس کے باوجود وہ باز نہ آئے تو اسے اوپر اللہ میاں کے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔

www.bhutto.org

باب نمبر8

کیا جناب بھٹو اقتدار میں از خود آئے تھے یا ان کو لایا گیا تھا

اس سوال کا جواب حاصل کرنے سے قبل ہمیں ماضی بعید اور ماضی قریب کے ملکی و بین الاقوامی سیاسی و معاشی حالات کا مختصر جائزہ لینا ہوگا۔ انیسویں صدی کے وسط تک دنیا بھر میں چند بڑی عالمی طاقتیں دنیا کی آبادی کے بیشتر حصہ پر اپنی فوجی اور معاشی قوت کے بل بوتے پر قبضہ کر کے اپنی کالونیز بنا کر براہِ راست حکومت کر رہی تھیں۔ برصغیر پر اس وقت برطانیہ کی حکومت تھی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ دنیا بھر میں محکوم ملکوں کو آزادی دے دی گئی۔ جس میں برصغیر بھی شامل تھا لیکن فی الواقعہ یہ آزادی صرف نام کی آزادی تھی حقیقی معنوں میں آزادی نہ تھی بلکہ صرف طرزِ حکومت تبدیل کیا گیا تھا۔ یعنی ڈائریکٹ رول کی بجائے اسی ملک سے ایسے نمائندوں کا انتخاب جو کہ سپر پاور کے Indirect رول کے تابع ان کے دیئے گئے ایجنڈے کے مطابق اپنے ملک کا نظام حکومت چلائیں۔ خاص طور پر پاکستان اور اسلامی دنیا کے ملکوں میں اس فارمولے پر مؤثر ترین طریقہ سے عمل کیا گیا۔ جنگ عظیم اول کے خاتمہ پر پہلے ہی مشرقِ وسطیٰ میں سلطنت عثمانیہ کو ختم کر کے اسے چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا جن میں شخصی اور بادشاہی نظام حکومت قائم کر دیا گیا مثلاً ایران، سعودی عرب، عراق، مصر، بحرین، قطر اور متحدہ عرب امارات وغیرہ جو کہ سو فیصد بین الاقوامی سپر طاقتوں کے ایجنڈے اور ہدایات کے مطابق عمل درآمد کرنے پر مجبور تھیں کیونکہ ان کو اپنے ذاتی اقتدار اور بادشاہت کو ان سپر طاقتوں کی مدد کے بغیر قائم رکھنا ممکن ہی نہ تھا۔ اس طرح سے برصغیر کی تقسیم سے قبل ہی باقاعدہ مستقبل کی پلاننگ اور منصوبے کے

www.bhutto.org

تحت پنجاب اور سندھ میں جاگیرداراور وڈیرہ شاہی نظام اور بلوچستان اور سرحد میں سرداری نظام کو اس طرح سے بیوروکریسی سے منسلک کر دیا تھا کہ آسانی سے ان کو براہِ راست یا بالواسطہ طور پر اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ 1947ء میں پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد خصوصاً خان لیاقت علی خاں کو شہید کروانے سے لے کر سکندر مرزا، غلام محمد اور ایوب خان کے دور حکومت کے حالات کا جائزہ لیں تو واضح ہو جائے گا کہ کس طرح سے ہر اقتدار میں آنے والی سیاسی قیادت (Establishment) اور ملک بھر کی دیگر تمام ایجنسیوں، بیوروکریسی، جاگیردار، وڈیرے اور گدی نشین حضرات نے اندرونی اور بیرونی ملک دشمن استحصالی قوتوں کے آلہ کار بن کر سپر پاورز کے Indirect رول کے مذکورہ بالا بین الاقوامی ایجنڈے کے لیے کام کیا اور کس طرح پاکستان کو جسے قدرت نے بے پناہ معاشی ترقی کے وسائل سے مالا مال کیا ہوا تھا۔ غربت، افلاس، کرپشن، پسماندگی کی انتہا کو پہنچا دیا۔ حکومت، فوج، عدلیہ ملکی فلاح و بہبود اور ترقی کی بجائے بین الاقوامی سپر پاورز کے Indirect رول اور ایجنڈے کی تکمیل میں ہمہ وقت تیار اور مستعد نظر آتی تھیں۔

خان لیاقت علی خان کے قتل، غلام محمد اور سکندر مرزا جیسے حکمران، ایوب خان کا مارشل لاء۔ اس سے قبل چودھری محمد علی، فیروز خان نون اور محمد علی بوگرہ کی حکومتوں کے قیام اور خاتمہ کی تاریخ۔ حتیٰ کہ محترمہ فاطمہ جناح جیسی غیر متنازعہ قابل احترام اور قیادت کی اہل شخصیت کو ایک منصوبہ کے تحت اندرونی و بیرونی ملک دشمن قوتوں کے ایجنڈے کی تکمیل کی خاطر ایوب خاں کا ان کو الیکشن میں ناکام کرانا ایسی واضح مثالیں ہیں کہ پاکستان میں کسی بھی محبّ الوطن اور اہل لیڈر یا قیادت کا اقتدار میں آنا قطعی طور پر ناممکن تھا۔ مذکورہ بحث سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ 1970ء سے قبل تک جتنی بھی حکومتیں پاکستان میں قائم ہوئیں اور جتنے بھی لیڈر، صدر، وزیراعظم مقرر ہوئے ان کو بیرونی سپر طاقتیں ہی اقتدار میں لائیں اور ان کے ذریعے اپنے ایجنڈے کے مطابق پاکستان پر اپنا Indirect Rule قائم رکھا۔ جس

کے نتیجے میں انجام کار پاکستان کو دولخت کر دیا گیا اور بچے کھچے پاکستان میں بھی معاشی بدحالی اور اندرونی خلفشار، صوبائی تعصب اور مذہبی فرقہ پرستی جیسی لعنتوں اور خرابیوں کی بھی تمام تر وسائل اور میڈیا کے ذریعے حوصلہ افزائی کی گئی۔

عالمی سپر طاقتوں کے Indirect Rule کے طریقہ کار میں اس بات کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے کہ اس ملک میں اپنے تمام ممکنہ مالی وسائل اور خفیہ معلومات کے ذرائع کو استعمال میں لاتے ہوئے ملک میں عام پبلک کی دکھتی ہوئی رگ یعنی عوام میں حکومت مخالف جذبات اور حکومت وقت کے خلاف اٹھنے یا پیدا ہونے والی تحریکوں کا جائزہ لیا جائے اور قبل اس کے کہ کوئی ایسا لیڈر یا جماعت جو حقیقی معنوں میں اپنے ملک کو سپر پاور کے Indirect رول سے آزاد کرائے وہ سپر پاور اپنی طرف سے ہی اس ملک سے اپنی مرضی کے لیڈر کو بطور ڈمی اپوزیشن لیڈر ایسا منشور اور نعرہ دے کر میدانِ سیاست میں اتار دیتی ہے جو کہ عوام کو یہ باور کرادے کہ وہی عوام کی امنگوں کی صحیح ترجمانی کر رہا ہے اور ان کے مسائل کا حل پیش کر رہا ہے۔ اس طرح سے وہ عالمی طاقت اپنے بے پناہ وسائل اور ذرائع ابلاغ کو استعمال میں لا کر اس ڈمی اپوزیشن لیڈرز کو ملک کا ہیرو اور اس ملک کا سربراہ مقرر کرا لیتی ہے۔ جیسا کہ آج کل مسلمان ملک مصر میں صدر مرسی کی حکومت کے خلاف اپوزیشن لیڈر البرادی کا رول آپ کے سامنے ہے۔

آیئے اب ہم اس بین الاقوامی عالمی سیاست کے Indirect رول کے تناظر میں پاکستان کے حالات کا جائزہ لیں۔ ایوب خان کے 1958ء سے 1968ء کے دور حکومت میں باوجود Indirect رول کی تمام تر خرابیوں کے یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان میں غیر معمولی طور پر صنعتی ترقی ہوئی اور ملک بھر میں لیبر یونین اور مزدور کسان تنظیموں نے جنم لیا۔ جس کے نتیجہ میں ملک بھر میں جاگیردارانہ نظام اور کرپٹ بیوروکریسی سے تنگ عوام میں کمیونسٹ اور سوشلسٹ تنظیموں کے زور پکڑنے کا اندیشہ پیدا ہوا تو ہمارے ملک میں بھی قبل اس کے کہ کوئی حقیقی معنوں میں ایسی لیڈر شپ پیدا ہو جائے جو سپر پاورز

www.bhutto.org

کے اس Indirect رول کے لیے خطرہ ہوا تو انہوں نے اپنی طرف سے کمیونزم اور سوشل ازم کے غبارے سے ہوا نکالنے اور ایوب خان کے دور میں کی گئی صنعتی ترقی کو Back Gare لگانے کے لیے نہایت ہی پرکشش روٹی کپڑا اور مکان کے نعرے کے ساتھ مستقبل کے پاکستان کے وزیراعظم کے لیے جناب ذوالفقار علی بھٹو کا انتخاب کیا۔ کیونکہ جناب بھٹو میں وہ تمام تر تحریر و تقریر کی خوبیاں موجود تھیں جو ایک کامیاب قومی سطح کے لیڈر میں ہو سکتی تھیں۔ بھٹو صاحب نے زیادہ تر تعلیم و تربیت بھی یورپ ہی میں حاصل کی۔ اس کے علاوہ سندھ کے ایک نہایت بااثر خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ یہ وہ تمام خوبیاں تھیں جو مغربی طاقتوں کو سوٹ کرتی تھیں۔

اس کے برعکس جناب بھٹو بھی اس وقت کے عالمی سطح کے چند نامور ترین مدبر اور لائق سیاست دانوں میں شمار ہوتے تھے۔ بھٹو صاحب میں جذبہ حب الوطنی تھا وہ پاکستان کو ایک مضبوط معاشی اور ایٹمی قوت بنانا اور مسلم اُمہ کے اتحاد سے عالمی سطح پر اسلامی دنیا کو مغربی طاقتوں کے استحصالی Indirect رول سے آزاد کرانا چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ اس وقت کے ملکی و بین الاقوامی حالات سے واضح تھا کہ پاکستان میں بیرونی مداخلت اور اثر و رسوخ اس قدر زیادہ ہے۔ اقتدار میں آنے کا صرف ایک ہی راستہ تھا اور وہ یہ تھا بیرونی سپر پاورز کی اشیر باد حاصل کی جائے۔ لہٰذا جناب بھٹو کے پاس دو ہی راستے تھے اول یہ کہ وہ ملک میں ایسی تحریک چلائیں کہ ملک کے اندر اور باہر کی تمام ملک دشمن قوتوں کو شکست فاش دے کر ایسی حکومت قائم کریں جو بیرونی مداخلت اور اثر و رسوخ سے محفوظ ہو۔ تاکہ اپنے مذکور جذبہ حب الوطنی کے خواب کو شرمندہ تعبیر کر سکیں۔ جو کہ اس وقت کے حالات میں قطعی طور پر ممکن نہ تھا۔

دوسرا راستہ ان کے لیے یہ تھا کہ بیرونی سپر پاورز کا حسب معمول سہارا لیا جائے اور حکومت میں آ کر اس بیرونی سپر پاور کے ایجنڈے پر اس طرح سے عمل کیا جائے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ یعنی کہ بیرونی سپر پاور کے ایجنڈے پر بھی جزوی طور پر

عمل جاری رکھا جائے اور ساتھ ساتھ اندر ہی اندر اپنے قومی مقاصد کے حصول کے لیے بھی کوشش کی جائے۔ چونکہ بھٹو صاحب کو اپنی فہم و فراست، مدبرانہ صلاحیتوں پر بھروسہ اور ملکی و بین الاقوامی سیاست پر بھی کافی حد تک عبور حاصل تھا اس لیے ان کو یقین تھا کہ وہ یہ دوسرا راستہ اختیار کر کے اقتدار میں آ کر اپنے مذکورہ مقاصد حاصل کر لیں گے۔ اس لیے انہوں نے بھی عالمی سپر طاقت سے اقتدار میں آنے کا معاہدہ طے کیا ہوگا۔ میں یہاں یہ واضح کر دوں کہ یہ میرا ذاتی خیال ہے۔ مجھے اس کا براہِ راست قطعی کوئی علم نہ ہے اور میرا یہ خیال یا رائے میرا جناب بھٹو کے ساتھ 1969ء سے لے کر جولائی 1977ء کے عرصہ میں بحیثیت ممبر سینٹرل کمیٹی، صدر PPP پنجاب اور صوبائی کیبنٹ میں سینئر وزیر ہونے کی بنا پر ہے۔ مجھے بھٹو صاحب کے ساتھ Interaction کی سہولت میسر رہی اور بھٹو صاحب کے ساتھ بہت قریب سے ذاتی طور پر کھل کر گفت و شنید کا موقع ملا۔ اسی مشاہدہ اور تجربہ کی بنا پر میں نے جناب بھٹو کے متعلق مذکورہ بالا رائے یا نظریہ قائم کیا ہے۔

کوئی مانے یا نہ مانے میری رائے میں جناب بھٹو کی حکومت بھی حسب معمول بین الاقوامی سپر طاقت یا بیرونی قوت کی اشیر باد سے ہی قائم ہوئی تھی۔ فرق صرف یہ تھا کہ ان سے قبل سکندر مرزا سے لے کر ایوب خان تک جتنی بھی حکومتیں آئیں وہ مکمل طور پر (In Letter & Spirit) اقتدار میں لانے والی بیرونی قوت کے دیئے گئے ایجنڈے کے مطابق کام کرتی تھیں۔ اس کے برعکس جناب بھٹو نے اقتدار میں لانے والی قوت کے طے شدہ ایجنڈے پر جزوی طور پر کام کیا اور ساتھ ہی ساتھ ان کے ایجنڈے کے برعکس پاکستان کو معاشی اور ایٹمی طور پر مضبوط کرنے اور اسلامی امہ کے مؤثر اتحاد کے قیام کی کوششیں شروع کر دیں (جن کی تفصیل آگے چل کر بیان کی جائے گی) اور بھٹو صاحب کی اسی عہد شکنی اور گستاخی کی سزا ان کو ایسی سخت دی گئی کہ ان کو نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔

آیئے اب ہم عالمی سیاست کے مذکورہ بالا پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے جناب بھٹو کی فروری 1972ء سے جولائی 1977ء کے دور حکومت میں صوبہ پنجاب اور مرکز میں جو

www.bhutto.org

اہم حکومتی اقتدامات اٹھائے گئے اور پالیسیز مرتب کی گئیں۔ صوبائی اور مرکزی سطح پر انتظامیہ عدلیہ اور فوج میں جو تبدیلیاں کی گئیں ان کا جائزہ لیں جس سے ہمیں کافی حد تک اصل حقیقت حال سے آگاہی ہوگی۔

نوٹ: (میں نے صرف صوبہ پنجاب اور مرکز کا اس لیے ذکر کیا ہے کیونکہ میرا علم اور تجربہ دوسرے صوبوں یعنی سندھ، سرحد اور بلوچستان کے متعلق نہ تھا)

ا۔ جناب بھٹو نے 1972ء میں اقتدار میں آتے پہلا ہی سب سے اہم قدم یہ اٹھایا کہ ملک بھر کی تمام چھوٹی بڑی صنعتوں حتیٰ کہ چھوٹی چھوٹی کاٹن اینڈ جننگ فیکٹریوں اور آئل ملز کو بھی قومی ملکیت میں لے لیا اور ان کا انتظام اور کنٹرول مقامی سطح کی بدنام زمانہ کرپٹ بیوروکریسی کو دے دیا۔ جسے نہ صرف ان صنعتوں کو چلانے کا کوئی تجربہ نہ تھا بلکہ وہ اس جذبہ سے بھی عاری تھی جو کہ ایک فیکٹری کے پرائیویٹ مالک کو اس فیکٹری کی بہتری اور ترقی کے لیے ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک بھر کی چھوٹی بڑی تمام صنعتوں سے جو سٹاک اور سرمایہ پہلے مالکان نے انکم ٹیکس اور دیگر حکومتی لوازمات سے بچنے کے لیے اپنے کاغذات اور ریکارڈ میں درج نہ کیا ہوا تھا کو خورد برد کر لیا گیا جس سے ملک کی صنعتی ترقی کو نہ صرف بریک لگ گئی بلکہ دوسرے معنوں میں Reverse گیئر لگ گیا اور ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ یہی وہ بنیادی مقصد تھا عالمی سپر طاقت کا کہ ایوب خان کے دور حکومت میں کی گئی صنعتی ترقی کو بیک گیئر لگایا جائے اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ پاکستان میں مزدور کسان اور تمام غربت، افلاس اور بے روزگاری سے تنگ عوام کے اندر جو سوشلسٹ اور کمیونسٹ تنظیموں سے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو رہا تھا اس کو بجائے اس کے کہ کوئی حقیقی معنوں میں اس پر عمل کرنے والی لیڈر شپ یا پارٹی اس عوامی قوت کو یکجا کر کے ان کے لیے خطرہ پیدا کر دے انہوں نے جناب ذوالفقار علی بھٹو کی طرف سے ملک بھر کی تمام چھوٹی بڑی صنعتوں کو قومی ملکیت میں لینے کا اعلان کرا دیا۔ جس سے مزدور کسان اور عام غریب عوام میں بھٹو صاحب کی مقبولیت میں بے پناہ اضافہ ہوا اور پاکستان کے عوام کی اکثریت جناب بھٹو کی

لیڈر شپ کو ہی اپنی تکلیفوں کا حل سمجھنے لگی۔ اس طرح سے سپر طاقت نے سوشل ازم او رکمیونزم کے غبارے سے ہوا نکال دی تاکہ آئندہ پاکستان میں کسی حقیقی معنوں میں سوشلسٹ قیادت یا لیڈر شپ کے قائم ہونے کا خطرہ ختم ہو جائے۔

1972ء ہی میں جناب بھٹو سے جو دوسرا اہم اعلان کرایا گیا وہ زرعی اصلاحات کا اعلان تھا۔ جس سے ملک بھر کے کسان اور دیہی علاقہ جات کے محنت کش طبقہ میں بھی ان کی مقبولیت میں اضافہ ہوا لیکن حقیقت میں زرعی اصلاحات کا یہ اعلان صرف ایک نعرہ تھا۔ فی الواقع زرعی اصلاحات حقیقی معنوں میں کرنے کا نہ ہی ارادہ تھا اور نہ ہی آج تک پاکستان میں ایسا کرنے کا کوئی پروگرام بنایا گیا۔ جیسا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ پنجاب' سندھ اور بلوچستان میں جاگیردار' وڈیرے اور سردار اسی طرح سے قائم و دائم ہیں اور مؤثر طریقے سے پاکستان کی سیاست پر قابض اور غالب ہیں جیسے کہ وہ قیام پاکستان سے لے کر ایوب خان کے دور حکومت سے چلے آ رہے تھے۔ بلکہ اب تو پہلے سے بھی زیادہ سپر طاقت کے بین الاقوامی ایجنڈے پر عمل پیرا ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار اور مددگار نظر آتے ہیں۔

اس کے برعکس ہندوستان میں 1954ء ہی سے حقیقی معنوں میں زرعی اصلاحات کر دی گئیں اور پر فیملی ساڑھے بارہ ایکڑ رقبہ کی حد رکھ کر باقی رقبہ موقع پر موجود ہاریوں اور کسانوں کو دے کر بیج' کھاد اور زرعی آلات و مشینری کی نہایت ارزاں نرخوں پر دستیابی کے ساتھ ساتھ زرعی مقاصد کے لیے لگائے گئے ٹیوب ویلز کو مفت بجلی کی سپلائی کر کے ایک زرعی انقلاب برپا کر دیا گیا۔ لیکن پاکستان میں آج تک ہندوستان کی طرح کی زرعی اصلاحات کے پروگرام پر عمل ہی نہ کرنے دیا گیا ہے کیونکہ ہندوستان اور پاکستان کے لیے سپر پاورز کی پالیسیز اور ترجیحات قطعی طور پر مختلف ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں اعلانات یعنی ملکی صنعتوں کا قومی ملکیت میں لیا جانا اور زرعی اصلاحات اگرچہ بظاہر بڑے عوامی مقبولیت پیش خیمہ تھیں لیکن نہ ہی ایسے اعلانات کے لیے یہ وقت موزوں تھا اور نہ ہی PPP کی اپنی پارٹی کی تنظیم یا اس وقت کی کرپٹ بیوروکریسی

میں اتنی صلاحیت تھی کہ ان دونوں قومی اہمیت کے اہم اعلانات پر عمل درآمد کے لیے کوئی مؤثر اور قابل عمل حکمت عملی مرتب کر سکے۔ جس سے ملک میں معاشی اور صنعتی ترقی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ ملک بھر میں زرعی انقلاب برپا کیا جا سکے۔ اس لیے جناب ذوالفقار علی صاحب جیسے ذہین اور محبّ الوطن عوامی لیڈر سے یہ توقع نہ کی جا سکتی تھی کہ وہ ایسے اعلانات کریں۔

میرے خیال میں جناب بھٹو نے مذکورہ بالا اعلانات کی خرابیوں اور نقصانات کا اندازہ ہونے کے باوجود سپر پاور کو ان سے کیے گئے معاہدہ پر ان کو یقین دلانے کے لیے پہلے قدم کے طور پر ایسا کیا تا کہ ان کو یہ تعین رہے کہ جناب بھٹو معاہدہ کے مطابق کام کر رہے ہیں۔ تا کہ وہ وقتی طور پر یہ چھوٹا نقصان برداشت کر کے اپنے اصل مقاصد کی تکمیل کے لیے حالات سازگار بنا سکیں مثلاً جناب بھٹو نے سب سے پہلے بنیادی کام یہ کیا کہ

۱۔ ملک میں پہلی مرتبہ ملک بھر کی سیاسی جماعتوں کا متفقہ مکمل طور پر جمہوری اور پارلیمانی آئین پاس کروایا اور اس میں واضح طور پر یہ قرار دیا گیا کہ آئندہ اگر کوئی فوجی جنرل یا طالع آزما آئین توڑنے یا ملک میں کسی قسم کا مارشل لاء لگانے کا مرتکب ہوگا تو اس کی سزا موت ہوگی۔

۲۔ ہندوستان کے ساتھ افہام و تفہیم کے ساتھ معاملات طے کر کے سرحدی علاقوں کی واپسی اور کئی ہزار پاکستانی فوجی قیدیوں کی واپسی ایسے تنازعات کو طے کر کے پڑوسی ملک کے ساتھ حالات کو سازگار بنانے کی کوشش کی تا کہ آئندہ بیرونی مداخلت یا تخریب کاری کا خطرہ کم سے کم کیا جا سکے۔

۳۔ ملک میں لوکل کونسلوں کو فعال کر کے پیپلز ورکس پروگرام کے ذریعے ضلع اور تحصیل کی سطح پر بے شمار عوامی فلاح و بہبود کے منصوبے شروع کر دیئے گئے۔

۴۔ جناب بھٹو نے 1972ء میں اقتدار میں آنے کے بعد خصوصاً 1973ء میں جس محنت اور ذاتی دلچسپی سے پارٹی کی مرکزی و صوبائی حتیٰ کہ ڈویژن اور ضلع کی حد تک تنظیم

www.bhutto.org

نو میں دلچسپی لی اور دن رات ایک کر کے وزارتِ اعظمیٰ کی بے پناہ مصروفیات کے باوجود پارٹی کی تنظیم نو سے متعلق اپنی خفیہ ایجنسیوں اور دیگر ذرائع سے حقائق معلوم کر کے وقتاً فوقتاً ہر صوبہ کے صوبائی صدر پیپلز پارٹی کو ہدایات جاری کرتے رہے۔ جس کے نتیجے میں پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ہر صوبہ میں صوبائی مجلس عاملہ، ہر ڈویژن، ضلع، تحصیل حتیٰ کہ تمام بڑے بڑے قصبوں میں PPP کی باقاعدہ تنظیم مکمل کر دی گئی۔ جس کی باقاعدہ سینٹرل کمیٹی کی میٹنگ میں منظوری دی گئی۔ جس کی تفصیل میں نے اس کتاب کے ابتدائی ابواب میں دے دی ہے اور جناب بھٹو کی طرف سے جاری ہدایات بھی ساتھ شامل کر دی ہیں۔

اس کے بعد PPP کی سینٹرل کمیٹی کی میٹنگ میں 1974ء کے شروع میں باقاعدہ طور پر یہ طے کیا گیا کہ پارٹی کی اصل اور مکمل رکنیت سازی کا عمل مکمل کر کے اس کا باقاعدہ مستند ریکارڈ تیار کیا جائے۔ جس کے بعد حقیقی معنوں میں پارٹی کے بنیادی یونٹ یعنی یونین کونسل لیول سے لے کر تحصیل، ضلع، ڈویژن، صوبہ اور مرکز تک کے پارٹی کے اندر الیکشن کرائے جائیں تاکہ پارٹی کا اس قدر مؤثر اور مضبوط نیٹ ورک قائم کر دیا جائے تاکہ بوقت ضرورت پارٹی کو ایک فوری حرکت میں آنے والی فعال قوت کے طور پر ہر مشکل گھڑی میں استعمال میں لایا جا سکے۔

اس مقصد کے حصول کے لیے ہم پنجاب کی حد تک صوبہ پنجاب کے پانچوں ڈویژنز میں ہر ڈویژن کے صدر مقام پر پارٹی کے ورکرز کو کنونشنز (Conventions) منعقد کرنے کا پروگرام بنایا تاکہ پارٹی ورکرز کو اور کارکنوں کو پارٹی کی رکنیت سازی اور پارٹی کی تنظیم نو کی دیگر تفصیلات اور مقاصد سے آگاہ کیا جا سکے اور آئندہ پارٹی کے مرکز سے لے کر یونین کونسل تک کے انتخابات کے طریقہ کار، افادیت اور اہمیت سے آگاہ کیا جا سکے۔

۵۔ جناب بھٹو کو PPP پنجاب کے تنظیمی معاملات کے علاوہ بھی جب کبھی میں نے صوبائی یا ملکی سطح کے دیگر مرکزی یا صوبائی سطح پر حکومت سے متعلق معاملہ کے حوالے سے کوئی قابل عمل تجویز دی تو انہوں نے فوراً اس پر عمل درآمد کا حکم صادر کیا۔ مثلاً میں پہلے بھی عرض کر

www.bhutto.org

چکا ہوں کہ صنعتی لیبر کے جھگڑوں کے تصفیہ کے لیے میں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ صنعتی لیبر کے جھگڑوں کو نپٹانے کے لیے عام عدالتی نظام سے ہٹ کر علیحدہ مجسٹریٹ لگائے جائیں جو کہ ایک قلیل مدت میں فیصلہ کے پابند ہوں اور ان کے فیصلہ کے خلاف اپیل کے لیے بھی اپیلٹ ٹربیونل عام عدالت سے ہٹ کر بنائے جائیں جو صرف لیبر کے جھگڑوں کی اپیلیں سماعت کریں اور قلیل سے قلیل مدت میں فیصلہ کریں۔ اس نظام کی بھٹو صاحب نے فوراً اس وقت کے رانا محمد حنیف مرکزی وزیر محنت اور فتح خان بندیال صاحب جو اس وقت مرکزی سیکریٹری محنت تھے کے ساتھ گورنر ہاؤس پنجاب میں میٹنگ کی جس میں چاروں صوبوں کے وزرائے محنت اور سیکریٹریز کو میں نے مذکورہ مجوزہ لیبر قوانین کی تفصیل اور ان کی افادیت بیان کی اور وہیں پر جناب بھٹو نے اس کی منظوری دی جس کے بعد باقاعدہ ایکٹ کی شکل میں ان قوانین کو نافذ العمل کیا گیا اور ملک بھر میں صنعتی نظام قائم ہوا اور وہ قوانین آج تک ملک میں کامیابی کے ساتھ رائج ہیں۔

۶۔ 18-4-74 کو میں نے جناب بھٹو کو ADP اور PWP کے لیے بجٹ میں رکھے فنڈز کے بہتر استعمال کے طریقہ کار، لاء اینڈ آرڈر رشوت اور مہنگائی پر قابو پانے کے طریقے اور سرکاری ملازمتوں میں بھرتی آئندہ ترقی اور دوران ملازمت مسلسل ان کی کارکردگی پر نظر رکھی جانے کے بارے میں ایک تفصیلی خط لکھا جسے بھٹو صاحب نے فوراً زیر غور لا کر اس پر عمل کرنے کے لیے پلاننگ ڈویژن کو سمری تیار کرنے کا حکم دیا۔ جس پر باقاعدہ پلاننگ ڈویژن کے اس وقت کے سیکریٹری V.A. Jafarey صاحب نے سمری مرتب کر کے پرائم منسٹر صاحب کو پیش کی جو انہوں نے فوراً منظور فرمائی جس کی تفصیل باب نمبر 5 میں دی جا چکی ہے۔

۷۔ جناب بھٹو نے نہایت خفیہ طریقے سے پاکستان کو ایٹمی قوت بنانے کی منصوبہ بندی کی اور اس مقصد کے لیے حتی الامکان حد تک فنڈز بھی مہیا کیے اور اس کی کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ ہونے دی۔ جس کے نتیجہ میں آج پاکستان دنیا کی چھٹی بڑی ایٹمی طاقت بن

www.bhutto.org

چکا ہے۔ جس سے آپ جناب بھٹو کے حب الوطنی کے جذبہ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اس بارے میں آپ پاکستان کے نامور سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خاں سے تصدیق کر سکتے ہیں۔

مذکورہ بالا دور حکومت یعنی 1972ء سے 1974ء کے شروع تک بھٹو صاحب کی طرف سے کیے گئے اقتدامات کے جائزہ اور مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ بھٹو صاحب اور ان کو اقتدار میں لانے والی سپر پاور کے مابین ان کے باہمی معاہدہ پر عمل درآمد کے سلسلہ میں آنکھ مچولی کا سلسلہ جاری رہا اور کوئی واضح اختلافات ابھر کر سامنے نہ آئے لیکن جب بھٹو صاحب نے اپنے اصل ایجنڈے پر کام شروع کرتے ہوئے اہم اسلامی ملکوں کے دورے کیے اور خصوصاً ایران' سعودی عرب' عراق' انڈونیشیا' لیبیا وغیرہ کے ملکوں کے سربراہوں سے رابطے کر کے مسلم امہ کے اتحاد کی راہ ہموار کرتے ہوئے پاکستان میں نہایت مؤثر اور کامیاب اسلامی کانفرنس کا انعقاد کرایا۔ جس میں امت مسلمہ کے علیحدہ اسلامی بینک' علیحدہ نشریاتی ادارے اور دیگر ذرائع ابلاغ کے مؤثر نیٹ ورک قائم کرنے کا منصوبہ یورپی ملکوں کی کامن مارکیٹ کی طرح کی اسلامی ملکوں کی کامن مارکیٹ قائم کرنے کا پروگرام اور تمام اسلامی ملکوں میں موجود باہمی اختلاف کے تصفیہ کے لیے ادارہ کے قیام کے بارے میں اصولی فیصلے کیے گئے۔ جس سے امید پیدا ہوئی کہ مسلم امہ مستقبل قریب میں اپنے کھوئے ہوئے ماضی کے وقار اور عظمت کو بحال کرانے میں کامیاب ہو جائے گی۔

جناب بھٹو کا یہ فعل سپر طاقتوں کے مطابق اس قدر چونکا دینے والا اور نا قابل معافی جرم تھا جس سے جناب بھٹو کے اور ان کو اقتدار میں لانے والی سپر طاقت کے اختلافات ابھر کر سامنے آ گئے اور انہوں نے نہ صرف جناب بھٹو کی حکومت کو ختم کرنے کے پروگرام پر تیزی سے عمل شروع کر دیا بلکہ ان کو اور ان کی فیملی کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر نشانِ عبرت بنانے کا فیصلہ کر لیا۔

آیئے اب ہم اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے بعد 1974ء کے وسط سے لے کر

5 جولائی 1977ء کے عرصہ میں صوبہ پنجاب اور مرکز میں بھٹو صاحب کی طرف سے اٹھائے گئے یا اٹھوائے گئے اہم اقدامات کا جائزہ لیں۔

ا۔اسلامی کانفرنس کے انعقاد کے کچھ عرصہ بعد ہی جناب غلام مصطفیٰ کھر کو پنجاب کے چیف منسٹر کے عہدے سے ہٹا دیا گیا اور رامے صاحب کو ان کی جگہ چیف منسٹر پنجاب مقرر کیا گیا۔اس بارے میں مکمل تفصیل کہ رامے صاحب کیسے چیف منسٹر مقرر ہوئے۔اس کے بعد PPP پنجاب کی صدارتی تبدیلی اور PPP پنجاب کے مکمل تنظیمی ڈھانچہ کا خاتمہ' لاہور کے ایک تھانہ پر نواب محمد خاں کے قتل By Name جناب بھٹو کے خلاف مقدمہ اور اس پر FIR کو باقاعدہ ضابطہ فوج داری کی دفعہ 173 ص ف کے تحت تفتیش کروا کر مجاز عدالت سے اس کو ختم کرانے کی بجائے اس FIR کو سیل کر کے محفوظ کر دیا جانا۔جس کو بنیاد بنا کر انجام کار بھٹو صاحب کو تختہ دار پر لٹکایا گیا میں نے اس کتاب کے باب نمبر 5 میں بیان کر دی ہے۔

عرصہ قریباً ایک سال بعد جناب رامے کی حکومت کو بھی ختم کر دیا یا کروا دیا گیا اور حیران کن بات یہ ہے کہ ایسے حالات میں ملک کے اہم ترین صوبہ میں جناب بھٹو کے خلاف PNA کی تحریک زور پکڑ رہی تھی اور ملک کے دیگر سیاسی اور معاشی حالات بھی کوئی اچھے نہ تھے۔پنجاب میں نہایت محنتی' لائق اور مؤثر شخصیت کو چیف منسٹر مقرر کیا جاتا۔جناب بھٹو سے جناب نواب صادق قریشی جیسے ذہنی اور جسمانی طور پر کمزور اور مسلمہ طور پر بیرونی سپر طاقت سے دیرینہ تعلق کا علم ہونے کے باوجود پنجاب کا وزیر اعلیٰ مقرر کروا دیا گیا۔ حالانکہ یہ وہی نواب صادق قریشی صاحب تھے جنہوں نے 1970ء کی الیکشن مہم کے دوران ملتان کے قریب قادر پور راں کے مقام پر جناب بھٹو کے قافلے کی تمام کاروں کے ٹائروں کی ہوا نکلوائی اور بھٹو صاحب اور ان کے ساتھیوں کو بے حد پریشانی کا سامنا کرنا پڑا لیکن اس کے باوجود نہ صرف بھٹو صاحب نے نواب صادق قریشی صاحب کو پارٹی میں شامل کیا بلکہ پہلی صوبائی کیبنٹ میں ان کو وزیر خوراک مقرر کیا۔چونکہ وہ خود اس محکمہ کو احسن

طریقے سے چلانے کی پوزیشن میں نہ تھے اس لیے اس وقت چودھری طالب حسین MPA فیصل آباد کو مشیر مقرر کر کے وزارت خوراک کا محکمہ چلایا گیا۔ ایسی شخصیت کو ایسے سنگین حالات میں پنجاب کا چیف منسٹر مقرر کیا جانا اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اس وقت جناب بھٹو کے اختیارات کوئی اور خفیہ طاقت استعمال کر رہی تھی۔ اور اس کا میں خود ذاتی طور پر شاہد ہوں کہ جناب صادق قریشی کی کیبنٹ کی تشکیل کے کچھ عرصہ بعد میں جب جناب بھٹو سے گورنر ہاؤس پنجاب میں ملا اور ان سے نواب صادق قریشی صاحب کو چیف منسٹر مقرر کرنے کی وجہ پوچھی تو بھٹو صاحب نے بھرائی ہوئی آواز میں مجھے کہا ''مسٹر وٹو میں مجبور ہوں'' انہوں نے مزید فرمایا کہ مجھے چائنا کے سفیر نے بھی یہی سوال کیا تھا۔

جناب صادق قریشی صاحب کے زمانہ میں اس وقت کے چیف سیکریٹری، I.G اور دیگر اہم عہدوں پر افسران بھی ایسے تعینات کیے گئے جو ملکی و بین الاقوامی ایجنسیوں کے آلہ کار اور ان کے ایجنڈے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کام کر رہے تھے۔

پارٹی کی تنظیم کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ 1977ء کے جنرل الیکشن کی پارٹی ٹکٹوں کی غلط تقسیم کے ساتھ پارٹی میں مخلص اور نظریاتی کارکنوں کی بجائے پنجاب بھر کے بڑے بڑے جاگیردار، وڈیرے اور گدی نشین حضرات کو پارٹی میں شامل کر دیا گیا مثلاً ایوب خان کے زمانہ کے خدا بخش بچہ، محمد حیات ٹمن، یٰسین وٹو، ملتان کے گیلانی، قریشی، لغاری، مزاری وغیرہ۔

۲۔ مرکزی اور صوبائی سطح کے تمام سینئر ارکان PPP اور بھٹو صاحب کے مختلف ساتھیوں اور کارکنوں کو ایک ایک کر کے ان سے دور کر دیا گیا۔ مثلاً جناب ڈاکٹر مبشر، معراج خالد صاحب، جناب جے اے رحیم، سیکریٹری جنرل PPP و مرکزی وزیر صنعت و غلام مصطفیٰ کھر، خورشید حسن میر، ڈاکٹر غلام حسین، ڈاکٹر عبدالخالق، معراج محمد خان وغیرہ وغیرہ۔ اور اس کی جگہ مذکورہ بالا جاگیردار، وڈیرے اور گدی نشینوں کا بھٹو صاحب کے گرد گھیرا تنگ کر دیا گیا۔

۳۔ مرکزی اور صوبائی سطح کی تمام انٹیلی جنس ایجنسیوں کے سربراہ وہی پرانے ایوب خان کے زمانہ کے بدنام زمانہ سپر طاقتوں کے آلہ کار سعید احمد خاں اور مسعود محمود جیسے بیورو کریٹس کو مقرر کروا دیا گیا۔ جنہوں نے مکمل طور پر جناب بھٹو کو ملک کے اصل حقائق سے بے خبر رکھا اور الٹا ان کو غلط اور فرضی رپورٹس پیش کر کے مخلص اور ہمدرد ساتھیوں اور کارکنوں سے دور کیا جس کی ایک مثال میں باب نمبر 6 میں جناب حاجی حبیب الرحمٰن سابقہ IG پنجاب کی اپنی ذات کے بارے میں مثال سے ثابت کر چکا ہوں۔

۴۔ عدلیہ میں کئی سینئر ججوں کو سپر سیڈ کر کے ہائی کورٹ پنجاب اور سپریم کورٹ کے چیف جسٹس تعینات کرایا گیا۔ اس طرح سے پاکستان آرمی سے کئی جنرلوں کو سپر سیڈ کر کے جنرل ضیاء الحق کو آرمی چیف مقرر کروایا گیا اور پھر انجام کار اسی عدلیہ اور اسی آرمی چیف ضیاء الحق نے کس طرح سپر طاقت کے عالمی ایجنڈے پر عمل کرتے ہوئے بھٹو صاحب کا جوڈیشل Murder کیا۔

مذکورہ بالا حالات اور واقعات کے مطالعہ کے بعد غور طلب بات یہ ہے کہ جناب بھٹو جیسے لائق، ذہین اور جہاندیدہ ملکی و بین الاقوامی سیاست کے ماہر لیڈر نے اسلامی کانفرنس کے بعد سے 5 جولائی 1977ء تک اٹھائے گئے مذکورہ بالا اقدامات سے قبل کیا غور نہیں کیا ہوگا کہ ایسا کرنا نہ صرف پارٹی اور ملک وقوم کے مفاد کے خلاف ہوگا بلکہ ان کی اپنی ذات کی بھی تباہی اور بربادی کا سبب بنے گا۔ یا یہ کہ وہ اتنے بے بس اور مجبور کر دیئے گئے تھے کہ وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ پارٹی اور ملک بھر میں مرکزی اور صوبائی سطح پر ملک کے انتظامی اور سیاسی امور کو کن افراد سے کس انداز میں چلایا جا رہا ہے اور اس کے نتائج ان کی ذات اور ملک وقوم کے لیے تباہ کن ہوں گے وہ بلا چون و چراں ان پر عمل درآمد کے احکامات صادر کرتے گئے۔ جو کہ ایسے ہی تھا جیسا کہ کوئی شخص اسی شاخ کو کاٹنے میں لگا ہو جس پر وہ خود بیٹھا ہے۔

میں آج تک حیران اور سمجھنے سے قاصر ہوں کہ جناب بھٹو جن کے خلاف کسی بھی قسم کی

مالی کرپشن کا ہرگز کوئی الزام نہ تھا۔ان کی لیاقت' سیاسی بصیرت' جذبہ حب الوطنی اور مسلم امہ کے اتحاد اور اسلام کی سربلندی کے لیے کی گئی ان کی خدمات بھی ناقابل فراموش ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے خصوصاً 1975ء تا 1977ء میں پارٹی اور حکومتی معاملات کو اس طرح کیوں ہینڈل کیا کہ انجام کار ان کی پارٹی' حکومت حتیٰ کہ ان کی ذات کو نشانِ عبرت بنا دیا گیا۔ جب بھٹو صاحب نے جناب صادق قریشی جیسی شخصیت کو ایسے حالات میں چیف منسٹر پنجاب لگایا جبکہ ملک میں سیاسی افراتفری خصوصاً پنجاب میں بھٹو صاحب کے خلاف PNA کی تحریک بھی زور پکڑ رہی تھی۔ مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے جناب بھٹو سے قریشی صاحب کی کیبنٹ کی تشکیل کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ملاقات کی درخواست کی اور مجھے انہوں نے گورنر ہاؤس پنجاب میں اپنے لاہور کے دورے کے دوران ملاقات کا موقع دیا جس میں میں نے ان سے نہایت ادب سے عرض کیا کہ آپ نے قریشی صاحب کو ایسے سنگین سیاسی حالات میں چیف منسٹر کیوں مقرر کیا ہے۔ میں نے مزید عرض کیا کہ آپ سے زیادہ کون بہتر جان سکتا ہے کہ ایسا کرنا نہ صرف پارٹی اور PPP کی حکومت کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ یہ آپ کی ذات کے خلاف ایک سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے۔ آپ یقین کریں میں اپنے دین وایمان سے آپ کو جناب بھٹو کے اپنے الفاظ میں میرے اس سوال کا جواب عرض کرتا ہوں جو کہ یہ تھا ''مسٹر وٹو میں مجبور ہوں'' یہ الفاظ کہتے ہوئے جناب بھٹو کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔ اس کے بعد مجھ میں جناب بھٹو سے مزید اس موضوع پر سوال وجواب کی ہمت ہی نہ رہی۔ جناب بھٹو نے ماحول اور موضوع کو بدلنے کے لیے مزاحیہ انداز میں فرمایا آپ گھبرائیں نہیں بعض اوقات مصلحتاً ایک جرنیل کو میدان جنگ کے اگلے محاذ سے واپس بلا لیا جاتا ہے اور کسی دوسرے کو اس کی جگہ بھیجا جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ پہلے جرنیل کی بالکل چھٹی کر دی گئی ہے۔ کسی دوسرے وقت میں اس پہلے جرنیل کو اس سے بھی بڑی ذمہ داری دی جا سکتی ہے۔ میں نے جواب میں عرض کیا کہ میں اور میرے جیسے پارٹی کے ہزاروں کارکنوں کے لیے جنرل یا کمانڈر کا عہدہ تو کجا وہ تو پارٹی کے ایک ادنیٰ

سپاہی کے طور پر آپ کی قیادت میں کام کرنے کو بخوشی تیار ہیں۔ مسئلہ یہ نہیں ہے اور اس کا آپ کو بھی بخوبی علم ہے کہ اس وقت PPP کی بقاء صرف آپ کے نام سے ہے۔ آپ کو نکال دیں تو پارٹی صفر ہو جاتی ہے۔ اس طرح سے ملک کی فلاح و بہبود اور ترقی کے لیے اور اسلامی امہ کے اتحاد کے لیے آپ کی ذات کی صورت میں وطن پاک میں جو قیادت کئی سالوں بعد قائداعظمؒ اور لیاقت علی خاں کے بعد قدرت نے عطاء کی ہے کی بقاء اور سلامتی اس وقت اہم ترین مسئلہ ہے جس کا اس وقت ملک بھر میں کوئی نعم البدل نہیں ہے۔ کوئی نادیدہ قوت جو وطن پاک کی فلاح و بہبود اور امت مسلمہ کے اتحاد کے مخالف ہے۔ آپ کو راستے سے ہٹانے کے لیے یہ سب حالات پیدا کر رہی ہے۔ اس پر جناب بھٹو نے کوئی مزید تبصرہ نہ کیا اور میں رخصت کی اجازت لے کر چلا آیا اور آج تک میرے ذہن میں یہ سوال اس جواب کا متلاشی ہے کہ وہ کیا مجبوری تھی کہ جس نے جناب بھٹو کو ایسے ایسے اقدامات اٹھانے پر مجبور کیا جو خود ان کی موت کے پروانے پر دستخط کرنے کے مترادف تھے۔

قارئین کرام! آپ خود اندازہ لگالیں کہ اگر بھٹو صاحب جیسی عظیم شخصیت کو اس قدر مجبور اور بے بس کیا جا سکتا ہے تو ان کے بعد آج تک ہمارے ملک میں قائم ہونے والی قیادت کو کس حد تک بے بس اور مجبور کیا جا سکتا ہے۔ جس کے نتیجے میں آج کل پاکستان کے جو ناگفتہ بہ حالات ہیں۔ وہ آپ کے سامنے ہیں۔

باب نمبر9

عالمی سطح پر قائم بین الاقوامی اداروں پر سپر پاورز کے کنٹرول اور اس کے پاکستانی سیاست اور معیشت پر اثرات

ہمارے اس کرۂ ارض پر عالمی جنگ کے خاتمہ پر دنیا بھر کے ملکوں نے خصوصاً بڑی بڑی عالمی سپر طاقتوں نے طے کیا کہ بین الاقوامی طور پر ایسے ضابطے اور اصول مرتب کیے جائیں جو آئندہ بنی نوع انسان کی اجتماعی ترقی و فلاح و بہبود اور عالمی امن کے لیے مددگار ثابت ہوسکیں۔ مختلف ملکوں اور قوموں میں کسی بھی قسم کے اختلافات کی صورت میں ان پر عمل کر کے انصاف کے ساتھ اختلافات دور کیے جاسکیں۔ ہر ملک اور ہر قوم کے ہر فرد کو تحریر وتقریر کی آزادی اور بنیادی حقوق کا تحفظ حاصل ہو۔

مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے عالمی سطح پر متفقہ طور پر (U.N.O) یو این او اور اس کے ذیلی ادارے سلامتی کونسل' عالمی ادارہ صحت (W.H.O)۔ مالی اعانت کے ادارے مثلاً عالمی بینک' ایشیائی ترقیاتی بینک آئی ایم ایف کے علاوہ سپر پاورز کے اپنے اپنے طور پر غریب اور پسماندہ ملکوں کی خصوصی امداد کے فنڈز کے اجراء کا قیام عمل میں لایا گیا۔ جس کا اصل اور بنیادی مقصد یہ تھا کہ معاشی اور سیاسی طور پر ترقی یافتہ ملک غریب اور پسماندہ ملکوں کی اس طرح سے مدد کریں گے کہ ان کی غربت اور پسماندگی دور ہوتا کہ وہ بھی ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں شامل ہوسکیں اور آئندہ کوئی بھی طاقتور ملک یا سپر پاور کسی بھی غریب اور کمزور ملک کا استحصال نہ کرے یا اس کے اندرونی معاملات میں اپنے مخصوص

مفادات کے لیے دخل اندازی کرے تو سارے ملک مل کر اس بڑے ملک یا سپر پاور کو ایسا عمل کرنے سے روکیں تاکہ ہر ملک وقوم کو اپنی ضروریات' اپنے سیاسی' معاشی اور معاشرتی حالات کے مطابق اپنے ملکی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی مرضی کی حکومت اور حکومتی طریقہ کار اختیار کرنے کا پورا حق حاصل ہو۔

آیئے اب ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ آیا عالمی سطح پر ان مذکورہ بالا اداروں کو ان کے قائم کیے جانے کے مذکورہ بالا مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کیا جارہا ہے یا کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے اور یہ تمام عالمی سطح کے ادارے عالمی سطح پر انسانی فلاح و بہبود و امن وسلامتی کے قیام کی کوششوں کی بجائے عالمی سپر پاورز کے آلہ کار کے طور پر ان کے غریب' پسماندہ' ترقی پذیر ملکوں پر Indirect Clonical رول کو مزید مستحکم کرنے کے لیے کام کررہے ہیں۔ ان غریب اور پسماندہ ملکوں میں غربت' افلاس' بے روزگاری اور پسماندگی کے خاتمہ کی بجائے اس سے فائدہ اٹھا کر ان ملکوں میں رشوت اور ہر قسم کی دیگر کرپشن کے لیے ان عالمی اداروں کو استعمال میں لاکر بدکردار اور وطن فروش افراد کو ملک کی سیاست اور اقتدار پر قبضہ کروا کر دانستہ یا نادانستہ طور پر ان سے اپنے استحصالی ایجنڈے کی تکمیل کرائی جاتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں یہ تمام غریب اور پسماندہ ملک سیاسی افراتفری' معاشی بدحالی' مذہبی گروہ بندی وفرقہ پرستی حتیٰ کہ خانہ جنگی کا بھی شکار ہورہے ہیں اور تمام مذکورہ بالا عالمی ادارے محض خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں۔ بلکہ بڑی بڑی سپر طاقتیں ان تمام عالمی اداروں سے اپنی مرضی اور ضرورت کی قرارداد پاس کروا کر جس ملک پر بھی چاہیں حملہ کرکے اس پر دہشت گردی کے خاتمے کا بہانہ کرکے قبضہ کرلیتی ہیں۔ یا بالواسطہ طور پر ان ملکوں میں حکومت کے خلاف شورش پیدا کروا کر باغیوں کی یا علیحدگی پسندوں کی مالی اور اسلحہ کی سپلائی سے خفیہ یا اعلانیہ مدد کی جاتی ہے۔ اس سلسلہ میں دنیا بھر کے ترقی پذیر اور پسماندہ ملکوں میں اندرونی انتشار اور علیحدگی کی تحریکوں کی موجودگی۔ سال ہا سال سے تصفیہ طلب بین الاقوامی مسئلے مثلاً فلسطین' کشمیر' عراق اور افغانستان پر حملہ اور قبضہ۔ شام اور مصر

کے حالات اور خانہ جنگی اس کی واضح مثالیں ہیں۔

آیئے ہم اب اس بین الاقوامی تناظر میں عالمی سپر پاورز کے اس رول کا پاکستان پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ لیں۔

1۔ پاکستان میں جناب لیاقت علی خان کی شہادت سے لے کر محترمہ فاطمہ جناح جیسی عظیم محبّ الوطن شخصیت کو اقتدار میں آنے سے روکنے کے عمل سے ایوب خان کے دور حکومت کی غیر جمہوری حکومت اور مارشل لاء کا زمانہ' پاکستان کا دولخت کرنا' جناب بھٹو جیسے ذہین' محبّ الوطن اور اسلامی امہ کے اتحاد کے داعی کے دور حکومت کا خاتمہ اور ان کا عبرت ناک انجام ایسے واقعات ہیں جو پہلے بیان کیے جا چکے ہیں۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ جن سے صاف ظاہر ہے کہ کس طرح سے عالمی سپر طاقتوں نے پاکستان کی سیاست' معیشت اور مرکزی و صوبائی حکومتوں کو اپنے اس عالمی Indirect Rule کے تحت کنٹرول کیا کہ آج تک پاکستان میں انسانی فلاح و بہبود اور ترقی کی بجائے سیاسی افراتفری' غربت' افلاس' پسماندگی اور اندرونی خلفشار میں اضافہ کے سوا کچھ بھی نہ ہوا ہے۔ ملک بھر میں بدامنی' لوڈشیڈنگ مہنگائی' صوبہ پختونخواہ' بلوچستان اور کراچی کے سنگین ترین حالات نے ملکی سلامتی تک کو خطرہ میں ڈال رکھا ہے۔ ہر آنے والی حکومت میں پہلے کی حکومت سے بھی بدتر حالات ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کی بھی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ پاکستان میں ہر آنے والی نئی حکومت نیا لبادہ اوڑھ کر اور نئے جھوٹے وعدوں کے ساتھ اس سپر طاقت یا نظر نہ آنے والی قوت کی لائی ہوئی ہوتی ہے جو اس سے پہلی حکومت کو اقتدار میں لائی تھی۔ ایسے حالات میں یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ نئی آنے والی حکومت اقتدار میں لانے والی نظر نہ آنے والی قوت کے عالمی ایجنڈے پر عمل کرنے کی بجائے اس کے برعکس ملکی بقاء' ترقی اور فلاح و بہبود کے منصوبوں پر عمل پیرا ہو سکے۔ اس سلسلہ میں جناب بھٹو کی حکومت کے خاتمہ کے بعد ضیاء الحق کا مارشل لاء لگوا کر تین ماہ میں الیکشن کرانے اور ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کا نعرہ لگوا کر اقتدار میں لایا گیا جس کے بعد ضیاء الحق صاحب نے 3 ماہ کی

www.bhutto.org

بجائے 10/11 سال تک اقتدار پر قبضہ رکھا۔ ضیاء الحق کے بعد محترمہ بے نظیر بھٹو اور جناب نواز شریف صاحب کی حکومتوں کو تھوڑے تھوڑے وقفہ سے کنٹرولڈ طریقے سے لایا اور ہٹایا گیا۔ اس کے بعد جناب پرویز مشرف نے اس برائے نام جمہوریت کی بساط لپیٹ کر بڑے بڑے سبز باغ دکھا کر اقتدار پر قبضہ کیا اور دس سال تک اقتدار اپنے پاس رکھا اور اس عرصہ میں اسے کس طرح سپر پاورز نے عراق اور افغانستان میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر استعمال کیا اور پاکستان کو کتنے سنگین اندرونی اور بیرونی خطرات سے دوچار کیا۔ جب دیکھا کہ اب مزید پرویز مشرف صاحب کو اقتدار میں رکھ کر استعمال کرنا پاکستان کے عوام برداشت نہ کریں گے تو انہوں نے کس طریقے سے NRO کی سکیم تیار کی اور کس قدر صفائی سے محترمہ بے نظیر کو اوپر پہنچایا اور پاکستان کے عوام کو بے وقوف بنا کر اپنے لیے موزوں ترین لیڈرشپ جناب زرداری اور ان کے ساتھیوں کی صورت میں اقتدار میں لا کر کس قدر مؤثر طریقے سے اپنے عالمی ایجنڈے کی تکمیل اور پاکستان میں سیاسی افراتفری، معاشی بدحالی، مہنگائی، بدامنی، فرقہ پرستی اور مذہبی انتہا پسندی اس کے علاوہ پختونخواہ، بلوچستان اور کراچی کے سنگین حالات آپ کے سامنے ہیں۔ پاکستان میں سیاسی استحکام و معاشی ترقی اور ملکی فلاح و بہبود تو کجا پاکستان کی سلامتی تک کو سنگین خطرات کا سامنا ہے۔ ہماری بدقسمتی کی بات ہے کہ حال ہی میں پاکستان میں قائم ہونے والی حکومت بھی انہی سپر پاورز کی لائی ہوئی ہے اور اس موجودہ حکومت کے لیے جناب زرداری کی مثال مشعل راہ ہے کہ وہ اسے اقتدار میں لانے والی سپر پاور کے ایجنڈے پر زرداری صاحب کی طرح In Letter & Spirit عمل کریں اور خود بھی خوب عیش کریں اور اس کے صلہ میں ان کے دور حکومت کو مکمل پانچ سال خیر و خوبی سے چلنے دیا جائے گا جیسا کہ جناب زرداری کی حکومت کو قائم رکھا اور اگر اس نئی حکومت نے ایسا نہ کیا تو اپنے سابقہ دورِ حکومت اور جناب ذوالفقار علی بھٹو کے عبرت ناک انجام کو سامنے رکھے اور اپنے خوف ناک انجام کا انتظار کرے۔ اب دیکھتے ہیں کہ ہماری موجودہ حکومت/ قیادت کتنے پانی میں ہے اور اس کا

اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم پر ہمارے ملک پر اور ہماری موجودہ حکومت پر رحم فرمائے اور اسے توفیق دے کہ وہ حصول دولت اور حصول اقتدار کی خواہش کو ترک کر کے گھر سے ایثار و قربانی کی ابتداء کریں۔ جیسے کہ کہاوت ہے کہ Sweep before your own door first یعنی سب سے پہلے صفائی کا کام اپنے گھر سے شروع کریں۔ اور اسلام کے خلفائے راشدین کے دور میں کس طرح خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے مال و دولت کو سب سے پہلے اسلام کی خدمت کے لیے پیش کر کے بوریہ نشینی اختیار کی۔ جس کے نتیجے میں ایک مستحکم اور مضبوط مملکت اسلامیہ کی بنیاد رکھی گئی اور ماضی قریب میں چین کے ماؤزے تنگ' چواین لائی اور ان کے ساتھی۔ جنوبی افریقہ کے جناب نیلسن منڈیلا' ویت نام کے ہوچی من' ایران کے امام خمینی اور احمدی نژاد' ملائشیا اور ترکستان کے حالیہ وزرائے اعظم کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ کیا ہم سب اور ہماری موجودہ حکومت ایسی قربانی دینے اور ایسا جہاد کرنے کو تیار ہے تو ہمیں ان شاء اللہ آئندہ ملکی حالات میں بہتری کی امید رکھنی چاہیے بصورت دیگر ہمارا اور ہمارے ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔

2۔ میری رائے میں عالمی سپر پاورز کے مذکورہ بالا عالمی اداروں پر کنٹرول اور ان کے غلط استعمال سے جہاں پاکستان اور دیگر ایسے غریب پسماندہ ترقی پذیر ملکوں کے سیاسی' معاشی اور معاشرتی حالات ابتر ہوئے ہیں۔ وہاں انجام کاران عالمی سپر پاورز کو بھی ان کے اس منفی اور استحصالی عمل سے فائدہ کم اور نقصان زیادہ ہوا ہے مثلاً

ا۔ سپر پاورز کی آپس میں اسلحہ کی دوڑ' ویت نام' عراق' افغانستان کی جنگیں اس بات کی باعث بنیں کہ عالمی سطح پر اربوں کھربوں ڈالر کی رقم جو عالمی سپر طاقتوں کو خود اپنے ملکوں کی معیشت کی بہتری اور ترقی پر اور دیگر غریب اور پسماندہ ملکوں کی امداد کے لیے خرچ کرنا تھی وہ اسلحہ کی تیاری اور مذکورہ جنگوں کی نذر ہوگئی جس کے نتیجے میں روس جو کچھ عرصہ قبل امریکہ کے برابر کی عالمی سپر طاقت تھی۔ معاشی بدحالی کی وجہ سے تحلیل ہوگئی اور امریکہ

www.bhutto.org

برطانیہ اوراس کے دیگر یورپی اتحادیوں کی معاشی حالت بھی دن بدن ابتر سے ابتر ہوتی چلی جارہی ہے اور امریکہ جیسی عظیم سپر طاقت بھی کھربوں ڈالر کی مقروض ہے۔اس کے برعکس اگر یہی رقم وہ اپنے اپنے ملکوں اور دیگر غریب ملکوں کو امداد کی صورت میں فراہم کرتے تو اس وقت ہماری یہ دنیا جنت ارضی کا نمونہ ہوتی۔

۲۔اس کے برعکس چین، جاپان اور جرمنی کی مثالیں آپ کے سامنے ہیں۔ان ملکوں نے اسلحہ کی دوڑ اور بلاوجہ فوجی مہم جوئی کی بجائے اپنے جملہ وسائل کو بروئے کار لا کر اپنے اپنے ملکوں میں معاشی ترقی اور انسانی فلاح و بہبود کے منصوبوں پر صرف کی جس کے نتیجے میں وہ جنگ عظیم میں مکمل طور پر تباہی اور بربادی کا شکار ہونے کے باوجود اس وقت عالمی سطح کی نہایت مضبوط معاشی قوت کی حامل سپر پاورز سمجھی جاتی ہیں۔

۳۔اگرچہ سپر پاور نے خصوصاً امریکہ برطانیہ اوران کے یورپی اتحادیوں نے اپنی فوجی اور معاشی قوت کے علاوہ U.N.O اوراس کے تحت عالمی اداروں پر کنٹرول کے ذریعے بیشتر غریب، پسماندہ اور ترقی پذیر ملکوں بشمول پاکستان پر اپنا Indirect Colonial رول قائم کررکھا ہے اوران ملکوں میں موجود حکومتیں ان کی ہمنوا ہیں لیکن ان ملکوں کے عوام میں ان سپر طاقتوں کی مقبولیت میں اضافے کی بجائے دن بدن نفرت اور مخالفت میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

۴۔عالمی سپر طاقتوں کا یہ تجربہ کہ غریب پسماندہ اور ترقی پذیر ملکوں میں غربت، افلاس، پسماندگی اور جہالت سے فائدہ اٹھا کر ان کے عوام میں سے کرپٹ، بدکردار، نااہل اور وطن فروش افراد کو اقتدار میں لا کر ان ملکوں پر اپنے اثر اور کنٹرول کو دیر تک قائم رکھا جاسکتا ہے بھی اب بری طرح ناکام ہورہا ہے۔کیونکہ جیسے جیسے اب دنیا میں سائنس اور ٹیکنالوجی نے ترقی کرلی ہے اور معیار تعلیم بھی کسی حد تک اب ان پسماندہ ملکوں میں بھی قدرے بہتر ہورہا ہے اوران ملکوں میں اب میڈیا بھی عوام میں بیداری اور احساس محرومی کو اجاگر کرنے میں بڑا رول ادا کررہا ہے۔اس لیے میرے خیال میں اب ان عالمی سپر طاقتوں کو سوچنا پڑے گا کہ

www.bhutto.org

وہ اپنے اس پرانے فرسودہ جبر، ظلم پر مبنی استحصالی نظام کو ترک کر کے غریب پسماندہ اور ترقی پذیر ملکوں کے عوام میں سے لائق، انسان دوست، قائدانہ صلاحیتوں کی مالک قیادت کا انتخاب کریں۔ ان کی حوصلہ افزائی کریں اور ان ملکوں میں غربت، افلاس اور پسماندگی کو جتنی جلدی ہو سکے دور کرنے کی کوشش کی جائے۔ تاکہ اس طرح سے اگر دنیا بھر کے ہر چھوٹے بڑے ملک میں انسان دوست اہل قیادت قائم ہو گی تو عالمی سطح پر بھی تمام چھوٹے بڑے ملکوں میں جھگڑوں یا اختلافات کی صورت میں اولاً تو ان کی نوبت ہی نہیں آئے گی اور اگر کبھی ایسی صورت پیدا بھی ہوئی تو U.N.O اور اس کے عالمی ادارے سلامتی کونسل وغیرہ یا علاقائی اتحادی بلاک کے مما لک مل کر متحدہ خلوص نیت کوششوں سے ان پر آسانی سے قابو پانے میں کامیاب ہو سکیں گے۔ یہی وہ واحد راستہ ہے جس پر عمل پیرا ہو کر دنیا میں دیرپا امن قائم کیا جا سکتا ہے۔

3۔ عالمی سطح پر قائم بین الاقوامی اداروں کی مذکورہ بالا کارکردگی کی روشنی میں یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ تمام ادارے اپنی افادیت مکمل طور پر کھو چکے ہیں اور ان کو مزید اسی حالت میں قائم رکھنا اور چلائے رکھنا ہماری اس دنیا میں معاشی ترقی، انسانی فلاح و بہبود اور امن کے لیے سخت خطرہ کا باعث ہو سکتا ہے اور وقت آ گیا ہے کہ دنیا کے تمام چھوٹے بڑے ملک سر جوڑ کر بیٹھیں اور اپنی اس دنیا میں حقیقی معنوں میں امن، معاشی ترقی اور انسانی فلاح و بہبود کے لیے U.N.O کے چارٹر اور UNO کے تحت تمام اداروں کی تشکیل نو اور ان تمام اداروں کے اختیارات اور طریقہ کار میں بھی ایسی بنیادی نوعیت کی تبدیلیاں کریں جن سے سپر پاورز کو ماضی کی غلطیاں دہرانے کا موقع نہ مل سکے۔ ایسا نہ کرنے کی صورت میں ان عالمی سپر طاقتوں کو قدرت کی طرف سے مکافاتِ عمل کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ عالمی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ رومن ایمپائر، ایرانین ایمپائر، برٹش British ایمپائر کیسے ختم ہو گئی۔ تاج برطانیہ جس کی روئے زمین پر حکومت تھی اب صرف نامینل ہیڈ (برائے نام بادشاہت) کی صورت میں باقی ہے۔ بادشاہت کے اس خاتمہ کے

بعد (Colony) کالونی رول کا زمانہ آیا۔ برطانیہ اور یورپ کے طاقتور ملکوں نے دنیا بھر کو اپنی طاقت کے بل بوتے پر ڈیڑھ دوسو سال تک اپنی اپنی کالونی کے طور پر براہِ راست قبضہ کر کے ان پر حکومت کی جو کہ جنگ عظیم کے بعد آہستہ آہستہ ختم ہوتا چلا گیا۔ کالونی رول کے خاتمے کے بعد Indirect Colony رول کا طریقہ ایجاد کیا گیا جو کہ آج تک جاری رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے لیکن اب عالمی طاقتوں کی تمام تر کوششوں اور جملہ وسائل کو بروئے کار لانے کے باوجود اب یہ نظام بھی اپنی آخری سانسیں لے رہا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی تہذیب وتمدن تسلسل کے ساتھ ترقی پذیر ہے اور یہ قدرتی مکافات عمل کا حصہ ہے۔ اگر یہ عالمی سپر طاقتیں اپنے آپ کو عالمی سطح پر ان بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ایڈ جسٹ نہیں کریں گی تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا جو ماضی میں اپنے اپنے زمانے کی سپر طاقتوں کا ہو چکا ہے۔

4۔ اب اگلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ UNO کے چارٹر اور اس کے تمام ذیلی اداروں کی از سر نو تشکیل دائرہ کار اور طریقہ کار میں مذکورہ بالا بنیادی تبدیلیوں کے لیے کون آواز بلند کرے اور کون تحریک پیش کرے۔ صاف ظاہر ہے کہ سپر پاورز میں سے تو کوئی اپنے ہی خلاف ایسی تحریک کیوں لائے گا۔ یہ کام تو صرف اور صرف تمام یا چند پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ ملکوں ہی کی طرف سے کیا جا سکتا ہے جو کہ موجودہ عالمی حالات میں کسی بھی غریب اور پسماندہ ملک کے لیے انفرادی طور پر ایسی گستاخی کرنا ناقابل معافی جرم ہوگا۔ جس کی مثالیں جناب ذوالفقار علی بھٹو، شاہ فیصل، شاہ ایران کے عبرت ناک انجام کی صورت میں آپ کے سامنے ہیں۔ اس لیے اب یہ مسئلہ درپیش ہوگا کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے۔ اس کی دو ہی صورتیں ہیں اول یہ کہ عالمی سپر طاقتوں میں سے کوئی ایک یا دو مل کر ایسی تحریک UNO کے آئندہ جنرل اسمبلی کے اجلاس میں پیش کر دیں مجھے یقین ہے کہ جنرل اسمبلی میں بڑی بھاری اکثریت سے وہ کامیاب ہو جائے گی۔ اگر اس سال ممکن نہ ہو تو آئندہ چند سالوں کے اندر ہی اس سلسلے میں فضا ہموار اور سازگار حالات پیدا کر کے یہ کوشش

ضرور کی جانی چاہیے۔ امریکہ، برطانیہ اور دیگر یورپی ملکوں یا جاپان میں سے کسی سے تو ایسی توقع ہرگز نہ کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ وہ سب تو موجودہ سٹیٹس کو (Status Quo) کو ہی ہر حالت میں قائم رکھنے اور اس کا دفاع کرنے کی کوشش کریں گی۔ البتہ چائنا اور روس سے ایسی توقع کی جاسکتی ہے۔ کیونکہ یہ دونوں ملک خصوصاً چائنا بین الاقوامی سطح پر غریب، پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ ملکوں کے اندرونی سیاسی اور انتظامی معاملات میں نہ صرف مداخلت نہیں کرتا بلکہ ہر ممکن طور پر ان کی اس قدر معاشی ترقی کے منصوبوں میں مدد کی جاتی ہے کہ وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ چائنا اس وقت دنیا میں رائج Indiret Colonial رول کا نہ ہی حامی ہے اور نہ ہی اس پر عمل کر رہا ہے۔ البتہ دیگر عالمی سپر طاقتوں خصوصاً امریکہ کے ساتھ اس معاملے میں فی الحال ان کے اس استحصالی نظام اور UNO کے تمام مذکورہ بالا اداروں پر کنٹرول کو چیلنج کرنے یا ان سے اس سلسلہ میں کسی قسم کی محاذ آرائی کرنے کے لیے چائنا تیار نظر نہیں آتا بلکہ خاموشی سے اپنی تمام تر توجہ اور وسائل اپنی معاشی ترقی اور اپنے عوام کی فلاح و بہبود اور اپنے ملکی دفاع کو مضبوط کرنے کے منصوبہ جات کی تکمیل پر مرکوز کیے ہوئے ہے اور امید کی جاسکتی ہے آئندہ دس یا پندرہ سال کے عرصہ میں چائنا عالمی سیاست میں اپنا مؤثر رول ادا کرنے کی پوزیشن میں ہو جائے گا۔ تاہم اس سلسلہ میں اس وقت تک چائنا کو ایک خاموش تماشائی بنے رہنے کی بجائے کچھ نہ کچھ رول ضرور ادا کرنا چاہیے خواہ Indirect رول ہی سہی تاکہ اس مسئلہ کے حل اور اس کی اہمیت کو زیادہ سے زیادہ اجاگر کیا جاسکے۔

اس کا دوسرا حل یہ ہے کہ ترقی پذیر ملکوں میں وہ ملک جو کہ مالی طور پر اس قدر مستحکم ہیں کہ وہ UNO کے تحت قائم مالیاتی اداروں اور سپر طاقتوں کی مالی امداد سے بے نیاز ہیں اور اندرونی طور پر بھی وہ سپر طاقتوں کے کسی حد تک استحصالی نیٹ ورک سے محفوظ ہیں وہ ہمت کر کے UNO کی جنرل اسمبلی میں یہ قرارداد پیش کریں جس کی چائنا روس اگر معمولی سی بھی پشت پناہی کر دیں تو یہ قرارداد بھاری اکثریت سے پاس کرائی جاسکتی ہے۔ جس کے

بعد اس قرار داد کو عملی جامع پہنانے کی راہ ہموار ہو جائے گی اور توقع کی جا سکے گی کہ آئندہ چند سالوں میں اس پر مکمل طور پر عمل درآمد کرایا جا سکے۔

اگر ان دو مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی ایک پر بھی یا دونوں پر ابھی سے عمل پیرا ہونے کی کوششوں کا آغاز نہ کیا گیا تو یاد رکھیں عالمی سطح پر موجودہ استحصالی نظام اور سپر طاقتوں کے UNO کے تمام مذکورہ بالا اداروں پر مؤثر کنٹرول قائم رہنے کی صورت میں غریب، پسماندہ، غیر ترقی یافتہ حتیٰ کہ ترقی پذیر ملکوں میں غربت، افلاس، معاشی بدحالی، اندرونی طور پر انتشار اور خانہ جنگی کی حالت میں بہتری کی بجائے غیر معینہ مدت تک متواتر اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

دنیا بھر کے ترقی یافتہ، ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کے سیاسی رہنماؤں، دانش وروں اور بنی نوع انسان کی ترقی، فلاح، بہبود اور امن و امان کی صورت حال کے خواہاں افراد کے لیے یہ لمحۂ فکریہ ہونا چاہیے۔

www.bhutto.org